(۳۹)

مطالبات کی اعلان کردہ سکیم کے متعلق بعض اہم تشریحات

(فرمودہ ۷- دسمبر ۱۹۳۴ء)

تشہّد ' تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں ان تجاویز کے متعلق جو میرے نزدیک اس فتنہ کے مقابلہ کیلئے موجودہ حالات میں ضروری ہیں جو آج کل جماعت احمدیہ کی ترقی کے راستہ میں روک بن رہا ہے یا روکیں پیدا کرنے کی کوشش کررہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ وہ تجاویز' ان تجاویز کی پہلی قسط ہیں جن پر ہمارے لئے عمل کرنا ضروری ہوگا- آئندہ جو حالات پیدا ہونے والے ہیں ان کا حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے لیکن اس کے دیئے ہوئے علم کے ماتحت بعض باتیں ہمیں بھی معلوم ہیں- ان کو مدنظر رکھتے ہوئے جن تجاویز کو اختیار کرنا ہمارے لئے ضروری ہوگا وہ میرے ذہن میں ہیں لیکن کوئی شخص یک لخت نیچے سے پھلانگ کر چھت پر نہیں پہنچ سکتا بلکہ مختلف سیڑھیوں سے گزرنا ضروری ہوتا ہے- پس میں سمجھتا ہوں کہ ان سیڑھیوں میں سے وہ تجاویز جو میں نے پیش کی ہیں پہلی سیڑھی ہیں- یا چونکہ اس سے بھی پہلے چندے جماعت دیتی تھی یا قربانیاں کرتی تھی ان کو اگر پہلی سیڑھی قرار دیا جائے تو یہ دوسری ہوگی اور اگر ان ادوار کو جن میں سے جماعت گزرتی رہی ہے گن لیا جائے تو یہ تیسری یا چوتھی ہوگی مگر بہرحال چھت ابھی ہمارے قریب نہیں آئی اور چھت پر پہنچنے کیلئے جن سیڑھیوں پر چڑھنا ہمارے لئے ضروری ہے' ان پر ابھی ہم نہیں چڑھے اور آئندہ اور سیڑھیاں بھی ہمیں چڑھنی پڑیں گی- اور وہ کس مواد کی بنی ہوئی ہوں گی' وہ ایک حد تک میرے ذہن میں ہے اور اسی کو مدنظر رکھ کر میں

نے یہ پہلی سیڑھی تیار کی ہے تاکہ آئندہ جن حالات میں سے جماعت کو گزرنا پڑے' ان کیلئے آج ہی تیاری شروع کی جاسکے۔ میں نے ساری تجاویز کو کھول کر بیان کردیا ہے سوائے ایک دو باتوں کے جن کا چھپانا اس لئے ضروری نہ تھا کہ وہ زیادہ اہم تھیں بلکہ اس لئے کہ اگر ان کو ظاہر کردیا جائے تو ان کا توڑ دشمن آسانی سے کرسکتا ہے اور وہ کام جو تھوڑے خرچ سے ہوسکتا ہے' اظہار کردینے کی صورت میں اس کیلئے زیادہ خرچ کرنے کی ضرورت پیش آئے گی لیکن وہ باتیں بھی میں نے ان ممبروں کو بتادی ہیں جن کے سپرد وہ کی گئی ہیں۔ باوجود اس اظہار کے جو میں نے کیا ہے سکیم کے ہر پہلو میں بعض امور کو میں نے مدنظر رکھا ہے جن کی حقیقت کو ظاہر نہیں کیا۔ فوائد اور اغراض کے بعض پہلو میں نے بتائے ہیں لیکن بعض نہیں بتائے۔ جس طرح طبیب ایک دوائی دیتا ہے اور اس کا اتنا ہی فائدہ بیان کرتا ہے جتنا مریض کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ ایک دوائی قبض کیلئے بھی مفید ہوتی ہے' معدہ کیلئے اور جگر کیلئے بھی' وہی نزلہ اور زکام کیلئے بھی مفید ہوتی ہے۔ طبیب کے پاس ایک نزلہ کا مریض آتا ہے اور وہ اسے دوائی دے دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ نزلہ کیلئے مفید ہے یہ ضروری نہیں کہ وہ اسے یہ بھی بتائے کہ یہ جگر اور معدہ کیلئے بھی مفید ہے یہ باتیں وہ معدہ یا جگر کے مریض سے کہے گا۔ اسی طرح آئندہ کے مصالح کو بیان کرنے کی ضرورت نہ تھی لیکن وہ مکمل عمارت میرے ذہن میں ہے جس کی حفاظت کیلئے یہ تمام تجاویز کی گئی ہیں۔ اور وہ حملے بھی میرے ذہن میں ہیں جو ابھی کئے نہیں گئے مگر دشمن کرے گا یا کرسکتا ہے اور دفاع کی تدابیر بھی موجود ہیں اور اسی کے سلسلہ میں مَیں نے یہ تجاویز پیش کی ہیں۔ کسی بات کو بالکل آخر وقت پر اختیار کرنا عقلمندی کی علامت نہیں ہوتا۔ جو شخص بارش شروع ہونے کے بعد اس سے بچنے کیلئے عمارت بنائے' جو آگ لگنے کے بعد کنواں کھودے کہ اس سے پانی لے کر آگ بجھائے' اور جو بھوک لگنے کے بعد غلہ بونے کیلئے جائے اس سے زیادہ احمق اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ بارش سے بچنے کیلئے ضروری ہے کہ پہلے سے گھر تیار کیا جائے اور بھوک سے محفوظ ہونے کیلئے پہلے غلہ بونا ضروری ہے اور جو شخص اپنے گھر کو آگ سے بچانا چاہتا ہے اس کیلئے ضروری ہے کہ پانی کے پاس رہے تا آگ بجھاسکے۔

پس ضروری تھا کہ میں ان امور کو مدنظر رکھتا جو موجودہ جدوجہد کے لازمی نتائج ہیں۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ دشمن بھی یہ نہیں جانتا کہ اس کی تحریکات کے کیا نتائج پیدا ہونے

والے ہیں' اللہ تعالیٰ ہی سب کچھ جانتا ہے اور وہ اپنے بندوں کو جس قدر مناسب سمجھے بتاتا ہے اور وہ جانتے ہیں کہ ان کے انسداد کیلئے کیا کرنا چاہیئے- پس اس سکیم میں مَیں نے صرف حال کو ہی نہیں بلکہ استقبال کو بھی مدنظر رکھا ہے اور صرف یہی نہیں سوچا کہ موجودہ حملے سے کس طرح محفوظ رہا جائے بلکہ یہ بھی مدنظر ہے کہ آئندہ نتائج سے بھی جماعت کو بچایا جائے- گو یہ بات بھی ہے کہ بعض طبعی نتائج ایسے ہوسکتے ہیں جن کیلئے ہمیں مزید تدابیر اختیار کرنی پڑیں- مگر یہ دُور کی باتیں ہیں اس لئے ابھی میں ان کو چھوڑتا ہوں-

کھانے کے متعلق میں نے بعض ہدایات دی تھیں' اس بارہ میں بعض سوالات کئے گئے ہیں ان کا اَب جواب دیتا ہوں تادوسرے لوگ بھی واقف ہوجائیں- ایک دوست نے سوال کیا ہے کہ عید کے موقع پر کیا ہوگا؟ یہ سوال پہلے ہی میرے ذہن میں تھااور میں نے پہلے ہی اس پر غور کیا تھا- رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیدیں ہمارے کھانے پینے کے دن ہیں [۱]- پس اس حدیث کی بناء پر عیدین کیلئے وہی عہد کہ جو ہم نے دوسرے دنوں کیلئے کیا ہے' اسی صورت میں جاری نہیں کیا جاسکتا ہاں اس صورت میں وہ عیدوں کیلئے بھی ہے کہ عیدوں کے موقع پر بھی کھانے پینے میں کفایت کو مدنظر رکھا جائے- دوسرے دنوں کیلئے تو یہ ہے کہ صرف ایک ہی سالن استعمال کیا جائے یا جو میٹھا کھانے کے عادی ہیں' وہ ایک ہی قسم کی کوئی میٹھی چیز بھی تیار کرلیں یا جو لوگ کبھی کبھار کوئی میٹھی چیز تیار کرلیتے ہیں وہ بھی کرسکتے ہیں لیکن روٹی کے ساتھ یا چاول کے ساتھ سالن ایک ہی ہونا چاہیئے مگر عیدوں کیلئے یہ پابندی نہیں کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عیدین کھانے پینے کے دن ہیں مگر یہ نہیں فرمایا کہ یہ اسراف کے دن ہیں اور یہ فرمانے سے کہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں' یہ مراد نہیں لیا جاسکتا کہ کھانا تو ایک ہی پکایا جائے لیکن کھایا زیادہ جائے کیونکہ زیادہ کھانے سے بدہضمی کی شکایت ہوگی اور اسلام بیمار کردینے والے حکم نہیں دے سکتا- پس اس کا مطلب یہی ہے کہ ہم عیدوں کے ایام میں ایک سے زیادہ کھانے کھا سکتے ہیں- عیدوں کے موقع پر رسول کریم ﷺ خود بھی کئی کھانے استعمال کرلیتے تھے اور پھر کئی دفعہ کھالیتے تھے- پس عیدین کے متعلق میری ہدایت یہی ہے کہ ہمیشہ کی نسبت کھانوں میں کمی کی جائے- جو لوگ پانچ چھ کھانے تیار کرتے ہوں وہ چار کریں اور جو چار پانچ کرتے ہیں وہ تین چار کریں اور وہ لوگ بھی جو اپنے گھروں میں اس سے کم پکاتے ہیں' وہ بھی یہ امور مدنظر رکھیں کہ زیادہ خرچ والے کھانے نہ پکائیں اور اتنا نہ

پکائیں کہ کھانا بوجھ ہو جائے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ ایک امیر نے آپ کے پاس شکایت کی کہ مجھے بھوک نہیں لگتی' معدہ خراب ہے اور بہت دوائیاں استعمال کی ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ تم کیا کھاتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میں ہر طرح کوشش کرتا ہوں کہ کوئی چیز میری طبیعت کے موافق ہو تو میں پیٹ بھر کر کھاؤں اور اسی غرض سے میرے دسترخوان پر تیس چالیس کھانے آتے ہیں اور میں سب کو چکھتا ہوں کہ کونسا مزیدار ہے تا اسے کھاؤں مگر باوجود اعلیٰ سے اعلیٰ کھانوں کی موجودگی کے کسی چیز کے کھانے کو دل نہیں چاہتا حالانکہ بات یہ تھی کہ اتنے کھانے چکھنے سے ہی اس کا پیٹ بھر جاتا تھا۔ اگر ہر ایک کھانے سے چکھنے کیلئے دو دو لقمے بھی لے تو اسّی لقمے ہو گئے اور اسّی لقمے کھانے کے بعد انسان اور کیا کھائے گا۔ آپ فرماتے تھے کہ میں نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ تمہاری سوء ہضمی کا علاج بہت مشکل ہے اور میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ اس چکھنے کو آپ چکھنا کہتے ہیں حالانکہ سو کے قریب لقمے اسی طرح کھا جاتے ہیں۔

پس یہ احتیاط برتی جائے کہ کھانوں کی اقسام زیادہ نہ ہوں اور اتنا نہ ہو کہ ضائع جائے اور ایسے قیمتی کھانے نہ پکائے جائیں جن پر زیادہ خرچ آتا ہو لیکن عیدین کیلئے یہ پابندی نہیں کہ ایک سے زائد کھانے نہ کھائے جائیں۔ اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ضرور ایک سے زیادہ ہی پکائے جائیں۔ اور جن کے گھروں میں دوسرے دنوں میں فاقہ ہوتا ہو وہ بھی عید کے روز ضرور ہی ایک سے زیادہ کھانے پکائیں بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ چونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیدین ہمارے لئے کھانے پینے کے دن ہیں اس لئے عیدین کے موقع کو اس پابندی سے مستثنیٰ سمجھا جائے گا کہ ضرور ایک ہی کھانا پکے[1] اور اقتصاد کو مدنظر رکھنے کا عہد ان دنوں میں اسراف سے اجتناب کرنے کی صورت میں نباہا جائے گا بغیر کسی معین صورت پر عمل کرنے کے۔ عیدین کے موقع پر ایک اور دقّت بھی ہے کہ دوست ایک دوسرے کو تحائف بھیجتے ہیں۔ یہ بھی رسول کریم ﷺ کی سنت ہے[2] اور میں اسے بھی روک نہیں سکتا اور اس طرح بھی ایک سے زیادہ کھانے کھانے پڑتے ہیں اس لئے میں منع نہیں کرتا اور یہی ہدایت دیتا ہوں کہ یہ ملحوظ رہے کہ جس قدر کفایت ممکن ہو' کی جائے۔

بعض دوست سوال کرتے ہیں کہ بعض لوگ عادت یا بیماری کے علاج کیلئے بعض اشیاء

استعمال کرتے ہیں- بعض ممالک میں دودھ ساتھ پیتے ہیں- وہ کھانا دودھ کے ساتھ نہیں کھاسکتے مگر علیحدہ دودھ ضرور پیتے ہیں- اس کا پہلا جواب تو یہ ہے کہ دودھ پینے کی چیز ہے' کھانے کی نہیں گو عربوں میں تو دودھ کھانے کے طور پر ہی استعمال ہوتا تھا اور جب کوئی دودھ پی لیتا تو سمجھ لیا جاتا کہ کھانا کھالیا مگر ہمارے ہاں یہ رواج نہیں- پس اگر کسی کی صحت پر اثر پڑتا ہو یا عادت ہو تو اس سے لطف پیدا نہیں ہوتا- اول تو دودھ ہمارے ملک میں صحت کیلئے ہی سب کو پینا پڑتا ہے کسی نے کسی وقت پی لیا اور کسی نے کسی وقت- عام طور پر زمیندار لوگ رات کو دودھ ضرور پیتے ہیں اور دوسرے بھی پیتے ہیں- شاید چند افراد میرے جیسے جنہیں ہضم نہیں ہوتا یا وہ لوگ جن کو میسر نہیں آسکتا نہ پیتے ہوں ورنہ عام طور پر لوگ پیتے ہیں- پس ایسے لوگوں کا سوال نہیں ان کو اجازت ہو تو بھی استعمال نہیں کرسکتے- مجھے دودھ ہضم ہی نہیں ہوتا- حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے بہت جتن کئے اور فرمایا کہ مجھے نسخہ آتا ہے' دودھ ضرور ہضم ہوجائے گا مگر آخر آپ تھک کر رہ گئے- میں تو زیادہ دودھ کی کچی لسّی بھی نہیں پی سکتا- اگر کبھی کسی بیماری کے علاج کے طور پر پینی پڑے تو اس طرح پیتا ہوں کہ دو تین چمچے دودھ کے اور ایک گلاس پانی- اور اگر کبھی دودھ پی لوں تو فوراً گلا خراب ہو جاتا ہے-

پس بیمار کیلئے شرط کوئی نہیں- اور یہ تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ جو چیز طبیب بتائے' اس کے استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں- یہ بات جو کھانے کے متعلق میں نے بتائی ہے یہ صحت کی درستی کیلئے ہے نہ کہ خرابی کیلئے اور صحت کیلئے اگر ڈاکٹر پانچ کھانے بھی بتائے تو وہ کھانے ضروری ہیں- یہ آگے ڈاکٹر اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے کہ ڈاکٹر دیانت داری سے ایسا مشورہ دیتا ہے یا نہیں- امریکہ میں جن دنوں شراب کی ممانعت کا قانون رائج تھا لوگ ڈاکٹروں کو بڑی بڑی فیسیں دے کر سرٹیفکیٹ لے لیتے تھے کہ صحت کیلئے شراب پینا ضروری ہے اور پھر اس اجازت کی آڑ میں خوب شراب پیتے تھے- پس اگر کوئی شخص ڈاکٹر کو ساتھ ملا کر ایسی اجازت حاصل کرلیتا ہے تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے اور ایسے لوگوں کا یہاں سوال نہیں یہاں تو اخلاص والوں سے خطاب ہے- ہمارے ملک میں کہا جاتا ہے کہ تالے تو بھلے مانسوں کیلئے ہوتے ہیں نہ کہ چوروں کیلئے' چور تو انہیں جھٹ توڑ لیتے ہیں اسی طرح ہمارے قوانین بھی مخلصین کیلئے ہیں جن کے اندر اخلاص نہیں' ان کیلئے کوئی قانون

نہیں- ایسا شخص اگر باہر آکر ہمارے سامنے ایک کھانا کھائے اور اندر کوٹھڑی میں جاکر پانچ سات کھانے کھالے تو اسے کون روک سکتا ہے- پس بیمار کیلئے پابندی نہیں- ہر شخص جسے ڈاکٹر کہتا ہے کہ اس کی صحت کیلئے ضروری ہے کہ وہ ایک سے زیادہ کھانے کھائے' وہ زیادہ کھانے کھاسکتا ہے مگر یہ اپنا وہم نہ ہو بلکہ طبّی خیال ہو اور بیمار کیلئے وہ سب چیزیں جائز ہیں جن کا طبیب حکم دے- فقہاء نے تو بعض حالتوں میں بیمار کیلئے شراب کی بھی اور بعض نجس اشیاء کے استعمال کی بھی اجازت دی ہے اور جب ایسی چیزوں کی ڈاکٹر کی ہدایت کے مطابق اجازت ہے تو جائز چیزوں کی کیسے ممانعت ہوسکتی ہے- باقی رہا دہی کا سوال- بعض لوگ قبض دور کرنے کے لئے دہی کا استعمال کرتے ہیں' انہیں اجازت ہے لیکن کیوں نہ ایسا کرلیا جائے کہ بجائے سالن کے ساتھ علیحدہ دہی کھانے کے اس کو بَلوُ کر پی لیا جائے اس سے چسکا پورا کرنے کا سوال بھی پیدا نہ ہوگا اور عادت بھی پوری ہوجائے گی- اگر سوءِ ہضمی کا اندیشہ ہو تو پانی نہ ڈالا جائے اور صرف بَلوُ کر اسے پی لیا جائے- دہی روٹی کے ساتھ ہی کھانے سے فائدہ نہیں دیتا بلکہ اس طرح پی لینے سے بھی فائدہ ہوتا ہے-

اس کے علاوہ زمینداروں کے متعلق ایک اور سوال ہے کہ ان کے کھیتوں میں مُولیاں گاجریں ہوتی ہیں اور وہ ان کو بھی استعمال کرلیتے ہیں لیکن ان کیلئے وہ ایسی ہی ہیں جیسے شہروں کے رہنے والے لوگوں یا زمینداروں میں سے بھی امیر لوگوں کیلئے دودھ ہوتا یا پھل ہوتا ہے- اگر روٹی کھاتے وقت وہ ساتھ گاجر یا مولی رکھ لیں تو اس سے عیاشی نہیں ہوسکتی نہ ان کی بیویوں کو اس کے پکانے پر وقت صرف کرنا پڑتا ہے نہ ہی اسے کھانے کیلئے انہیں خرچ کرنا پڑتا ہے- وہ چیزیں بیچنے کیلئے بوتے ہیں اس میں سے کوئی چیز اگر خود کھالی تو کوئی حرج نہیں- پس یہ ان کا جائز حق ہے بلکہ ضروری ہے کہ وہ ایسی چیزوں کا استعمال کیا کریں کیونکہ ترکاری کا استعمال صحت کیلئے ضروری ہوتا ہے اور دیہات میں لوگ سبزی ترکاری کم استعمال کرتے ہیں زیادہ تر دالیں وغیرہ ہی کھائی جاتی ہیں- اور اگر زمیندار لوگ ایسی چیزیں کھالیا کریں تو یہ ان کی صحت کو بھی بڑھانے کا موجب ہوگا اور دوسرا سالن نہیں کہلاسکے گا-

چوتھی بات دعوت کے متعلق ہے- میں پہلے بھی اس کی اجازت دے چکا ہوں کہ دعوتوں کے موقع پر ایک سے زیادہ کھانے پکانے کی اجازت ہے- ہاں اپنے گھر کی دعوت میں کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ خود ایک ہی کھائیں اور اگر دوسرے کے ہاں دعوت ہو اور وہ

بے تکلف ہو تو اس سے بھی کہہ دیا جائے کہ میں ایک ہی کھانا کھاؤں گا لیکن اگر دعوت کرنے والا بے تکلف نہ ہو اور اس کی طرف سے شکوہ کا ڈر ہو تو پھر متعدد کھانے بھی کھائے جاسکتے ہیں۔ مہمان کو کھلاتے وقت بھی یہی بات مدنظر رہے۔ اگر مہمان ایسا ہو کہ ڈر ہو کہ وہ اسے بُرا منائے گا کہ میزبان خود ایک کھانا کھاتا ہے تو مہمان کے ساتھ سب کھانوں میں شریک ہوجائے۔ اگر اس کا خطرہ نہ ہو تو پھر خود ایک ہی کھانا کھائے اس کے آگے ایک سے زیادہ کھانے رکھ دے۔ مگر جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں گو دعوتوں میں ایک سے زیادہ کھانوں کی اجازت ہے مگر اس میں بھی گذشتہ دستور سے کمی کی کوشش کی ضرورت ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر غیروں کے ہاں دعوتوں کے مواقع پر بھی ایک ہی کھانے پر اصرار کیا جائے تو اقتصادی فوائد کے علاوہ اس سے پروپیگنڈا بھی بہت ہوسکتا ہے مثلاً جب کوئی کہے گا کہ میں ایک ہی کھانا کھاؤں گا' تو دوسرا شخص ضرور اس کی وجہ دریافت کرے گا کہ کیوں ایک ہی کھانا کھاؤ گے۔ اس کا جواب یہ دے گا کہ اس وقت اسلام اور سلسلہ احمدیہ جن حالات میں سے گزر رہا ہے وہ بہت پریشان کن ہیں اور ان کیلئے یہ موقع بہت نازک ہے اس لئے میرا فرض ہے کہ اپنے آپ کو اس جنگ کیلئے تیار کروں جو اسلام اور سلسلہ کے وقار کیلئے ہمیں جلد لڑنی پڑے گی اور جفاکشی کی عادت ڈالنے اور چسکے سے بچنے کیلئے ہماری جماعت نے یہ تحریک کی ہے کہ صرف ایک ہی کھانا کھایا جائے۔ تو میزبان کے دل میں ضرور احساس پیدا ہوگا اور یہ بھی ایک رنگ کی تبلیغ ہوجائے گی اور اگر وہ بھی اس تجویز پر عمل پیرا ہوگا تو اس کی اقتصادی حالت بھی درست ہوگی۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اس سکیم کا اثر غیروں پر بھی گہرا ہے۔ بہت سے لوگ مجھ سے خود ملے ہیں اور کئی خطوط بھی آئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں میں بھی بعض لوگ تحریک کررہے ہیں کہ ہم بھی اس پر عمل کریں اور میں نے دیکھا تو نہیں سنا ہے کہ بعض اخبارات نے بھی اس پر نوٹ لکھے ہیں۔

اس سکیم کے ضمن میں ایک اور بات ہے۔ میں نے جو سادگی کی ہدایت کی ہے کہ کھانا سادہ اور لباس سادہ ہو اس کا اثر باہر کے احمدی تاجروں پر تو شاید اتنا نہ پڑے مگر قادیان کے تاجروں پر اس کا اثر زیادہ پڑے گا- ایک طرف تو ہم ان سے چندوں کی اپیلیں کرتے ہیں اور دوسری طرف ان کے گاہکوں کو کھانے اور لباس میں کمی کرنے کی تعلیم دے کر ان کی بِکری کم کرتے ہیں اس سے انہیں یقیناً نقصان ہوگا- مگر جب میں نے یہ تحریک کی تھی تو اس کا علاج

بھی ساتھ ہی سوچا تھا تا دوسرے ذرائع سے ان کو فائدہ پہنچ سکے- باہر جو احمدی دُکاندار ہیں ان کی دُکانیں احمدیوں کی بِکری پر نہیں چلتیں بلکہ ان کے گاہک غیرلوگ بھی ہوتے ہیں- بلکہ اگر ایک گاہک احمدی ہو تو دس بارہ دوسرے ہوتے ہیں اس لئے یہ تحریک باہر کے احمدیوں کو اتنا نقصان نہیں پہنچا سکتی جتنا قادیان کے دُکانداروں کو- پھر باہر کے دُکانداروں کو احمدی گاہکوں کی کفایت سے جتنا نقصان پہنچے گا' اس سے زیادہ وہ خود کفایت کرکے فائدہ اٹھاسکیں گے مگر قادیان کے احمدی دُکانداروں کی بِکری نوے فیصد احمدیوں سے ہوتی ہے اس لئے وہ ضرور توجہ کے مستحق ہیں اور اس لئے انہیں نقصان سے بچانے کیلئے میں نے دو تجاویز کی ہیں- ایک تجویز تو یہ ہے کہ یہاں ایک خاصہ طبقہ ایسے لوگوں کا ہے جو سوداسلف باہر سے خریدتا ہے- بعض لوگ تو کھانے پینے کی چیزیں بھی بٹالہ' امرتسر سے خریدتے ہیں اور بعض کپڑا وغیرہ اور دیگر استعمال کی چیزیں بٹالہ' امرتسر یا لاہور سے خرید لیتے ہیں- بعض دفعہ اس لئے کہ یہاں مناسب چیزیں نہیں ملتیں اور بعض دفعہ اس لئے کہ باہر سے سستی چیزیں مل جاتی ہیں یا مقابلتاً اچھی مل جاتی ہیں- میں نے خود دیکھا ہے کہ جب لاہور وغیرہ شہروں میں جاتا ہوں تو خود بھی اور گھر کے لوگ بھی وہاں سے ضرورت کی چیزیں خرید لاتے ہیں- اگرچہ میں کھانے پینے کی چیزیں باہر سے نہیں منگواتا مگر مجھے معلوم ہے کہ یہاں کے لوگوں کی ایک کافی تعداد ہے جو کھانے پینے کی اشیاء بھی بٹالہ وغیرہ سے خریدتے ہیں اس لئے میں حکم تو نہیں دیتا مگر تحریک کرتا ہوں کہ جماعت کے ایسے دوست جنہیں اللہ تعالیٰ نے مِلّی مفاد کے سمجھنے کی توفیق دی ہو' وہ سب چیزیں یہاں سے ہی خریدا کریں اگر اس سے انہیں کوئی نقصان ہوگا تو یہ نقصان بھی فائدہ کا ہی موجب ہوگا اس لئے جہاں تک ہوسکے یہاں کے دُکانداروں سے ہی چیزیں خریدا کریں- اس سلسلہ میں مَیں یہاں کے دُکانداروں سے بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک ہوسکے وہ چیزوں کی قیمت کم رکھا کریں اور تھوڑی بِکری پر زیادہ منافع کا اصول نہ رکھیں- دونوں طرح سے ان کے گھر میں اتنا ہی آجائے گا- پس وہ نفع کم لگائیں-

دوسری تجویز اس سلسلہ میں یہ ہے کہ جو دوست باہر سے یہاں آتے ہیں' وہ بھی ایسی چیزیں جو یہاں سے خرید کرلے جاسکیں جیسے کپڑے وغیرہ یہاں سے تیار کرالیا کریں- میری اس اقتصادی تعلیم سے انہیں جو رقم بچے گی قادیان سے اشیاء خریدنے میں' اگر اس میں سے کچھ حصہ خرچ ہوجائے تو بھی وہ نفع میں رہیں گے- میں نے اپنی ذات میں تو اس پر عمل بھی

شروع کردیا ہے۔ اب جو میں لاہور گیا تو گھر کیلئے بعض چیزوں کی ضرورت تھی۔ میرے بچوں یا بیویوں نے کہا کہ فلاں فلاں چیز کی ضرورت ہے، مگر جو چیزیں قادیان میں مل سکتی ہیں یا جن کے قائم مقام یہاں مل سکتے ہیں، ان کے متعلق میں نے یہی کہا کہ وہ قادیان سے ہی جا کر خریدیں گے۔ اس طرح قادیان کے دُکانداروں کا کچھ نقصان دور ہوجائے گا بلکہ ممکن ہے کہ بالکل ہی دور ہوجائے۔ اسی طرح جلسہ سالانہ یا مجلس شوریٰ کے موقع پر جو لوگ آتے ہیں وہ سارے کے سارے بڑے شہروں کے رہنے والے ہی نہیں ہوتے بلکہ کئی ایسے مقامات پر رہائش رکھنے والے ہوتے ہیں جہاں چیزوں کی قیمتیں ایسی ہی ہوتی ہیں جیسی یہاں،وہ بھی اگر ایسی چیزیں جو آسانی سے ساتھ لے جاسکیں، یہاں سے خرید لیں یا کپڑے یہاں سے بنوالیا کریں تو یہاں کے دُکانداروں کی بِکری زیادہ ہوسکتی ہے۔ چودھری نصراللہ خان صاحب مرحوم کئی دفعہ اپنے کپڑے یہاں سے بنوایا کرتے تھے۔ کسی نے ان سے کہا کہ آپ رہتے سیالکوٹ میں ہیں اور کپڑے یہاں سے بنواتے ہیں، یہ کیا بات ہے۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ اس سے دوہرا ثواب مجھے مل جاتا ہے۔ اس سے قادیان میں روپیہ کے چلن* میں زیادتی بھی ہوجاتی ہے اور بھائی کو فائدہ بھی پہنچ جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اگر چودھری صاحب مرحوم کے نقش قدم پر چلنے والے چند دوست بھی پیدا ہوجائیں تو قادیان کے دُکانداروں کا نقصان ہی دور نہیں ہوسکتا بلکہ انہیں فائدہ بھی پہنچ سکتا ہے۔

دوسری نصیحت مَیں قادیان کے دُکانداروں کو یہ کرتا ہوں کہ انہیں سودا سستا خریدنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ میں نے خود کئی دفعہ مقابلہ کیا ہے اور مجھے معلوم ہوا ہے کہ یہاں کے بعض دُکاندار اشیاء مہنگی خریدتے ہیں۔ ایک دوست سے میں نے ایک دفعہ ایک چیز کا ریٹ دریافت کرایا تو اس نے بٹالہ یا امرتسر کا ریٹ سولہ روپیہ بتایا اور دوسرے نے کہا کہ نو یا دس روپیہ تک آجائے گی۔ اور اس نے اس سے بھی کم میں کہ جتنا بتایا تھا، لاکر بھی وہ چیز دے دی، چیز بھی نسبتاً اچھی تھی۔ اور میرا ذاتی تجربہ ہے کہ اگر چیز احتیاط سے خریدی جائے تو اچھی اور سستی مل جاتی ہے۔ میں جب ولایت جانے لگا تو میری ایک لڑکی جو اُس وقت چھوٹی تھی رونے لگی۔ میں نے اس سے کہا کہ رو نہیں میں تمہارے واسطے اچھی سی گڑیا لاؤں گا۔ یہ وعدہ آتے وقت مجھے یاد آیا اور میں نے اس کیلئے ایک گڑیا کوئی چار روپیہ میں خریدی۔ بعض دوستوں نے اسے دیکھا اور کہا کہ بڑی عجیب چیز ہے، کتنے میں آئی ہے۔ میں نے انہیں کہا کہ

* چال - رفتار

میں نے قریباً چار روپیہ میں خریدی ہے مگر بازار میں گیارہ بارہ سے کسی طرح کم میں نہ آئے گی- دور کا سفر تھا اور دوسروں کے بھی پیچھے بچے تھے- ایک دو کو خیال آیا کہ ہم بھی ایسی گڑیا لے چلیں وہ گئے اور واپس آکر کہنے لگے کہ یہ تو کہیں بھی سولہ شلنگ سے کم میں نہیں ملتی- جو گیارہ روپے کے قریب بنتے ہیں- تو میں نے تجربہ کیا ہے کہ اگر مجھے خود سودا خریدنے کا موقع ملے تو چیز سستی مل جاتی ہے- ولایت کی ایک بڑی دُکان ہے جہاں سے بادشاہ اور ملکہ بھی سودا خریدتے ہیں میں نے وہاں سے ایک چیز خریدی- ان کا دستور ہے کہ چیز کی قیمت کم نہیں کرتے مگر میں نے کم کراکے خریدی- ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا کہ آپ نے یہ چیز کہاں سے لی ہے- میں نے اسے بتایا کہ فلاں دُکان سے لی ہے اور قیمت کم کراکے لی ہے- وہ حیران ہوا اور کہنے لگا کہ وہاں تو قیمت کم کرنے کا کوئی نام لے تو وہ باہر نکال دیتے ہیں کہ تم ہماری ہتک کرتے ہو- تو انسان اگر ہوشیاری سے سودا کرے تو سستا خرید سکتا ہے- رسول کریم ﷺ نے ایک دفعہ ایک صحابی کو ایک دینار دیا کہ ایک بکرا خرید لاؤ- وہ گیا اور واپس آکر بکرا بھی دے دیا اور دینار بھی- آپؐ نے فرمایا دینار کیسا واپس کررہے ہو- اس نے کہا کہ میں شہر سے ذرا دور چلا گیا تھا اور وہاں سے ایک دینار میں* دو بکرے خریدے کیونکہ وہاں سستے ملتے تھے- رستہ میں ایک شخص نے دریافت کیا کہ بکرے کا کیا لوگے- میں نے کہا ایک دینار اور یہاں چونکہ ایک دینار ہی کا بکرا ملتا ہے' اس نے ایک دینار دے کر بکرا خرید لیا اس لئے دینار بھی حاضر ہے اور بکرا بھی- آپؐ نے اس کیلئے دعا کی کہ خداتعالیٰ ہمیشہ اس کے سودے میں برکت دے اور صحابہ کا بیان ہے کہ وہ اگر مٹی میں ہاتھ ڈالتا تو سونا ہو جاتی- لوگ تجارت کیلئے اسے اس کثرت سے روپیہ دیتے کہ اسے انکار کرنا پڑتا مگر پھر بھی لوگ اس کی ڈیوڑھی میں پھینک کر چلے جاتے ؎ - تو اگر ہوشیاری سے چیز خریدی جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ سستی نہ ملے-

بعض لوگ جاتے ہیں اور دُکاندار سے کہہ دیتے ہیں کہ سستا سودا دینا اور سمجھ لیتے ہیں کہ سستا خریدنے کی ہم نے پوری کوشش کرلی- یہ سادگی ہے یا بددیانتی کہ محنت نہ کی اور سمجھ لیا کہ کرلی ہے- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ایک اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ صحابی تھے جو بہت مخلص تھے مگر بہت سادہ طبیعت تھے- وہ آتے وقت آپ کیلئے ضرور کوئی نہ کوئی پھل وغیرہ لے آتے مگر ان کے خریدنے کا طریق یہ تھا کہ دُکان پر گئے اور کہا میاں اچھے

سیب ہیں- اب دُکاندار کیوں کہے گا کہ اچھے نہیں ہیں وہ کہہ دیتا کہ ہاں بہت اچھے ہیں- یہ کہتے کیا بھاؤ دوگے وہ اگر کہتا کہ روپیہ کے سولہ تو یہ کہتے کہ بارہ دو مگر اچھے چُن کر دے دو میں نے اپنے پیر کے لئے لے جانے ہیں- وہ وہی جو سولہ کے حساب سے دیتا' اٹھا کر دے دیتا اور وہ لے آتے حالانکہ ان میں اتنی ہی اچھائی ہوتی تھی جتنی کہ اعلیٰ چیز اور اعلیٰ دکان سے خریدنے میں ہوسکتی تھی- سولہ کے کم کرکے بارہ لینے میں انہیں کوئی زیادہ اچھی چیز نہ مل جاتی تھی- پس بے احتیاطی سے سودا خریدنا یا سادگی سے ہوتا ہے یا بددیانتی سے-کوشش کرکے اور مختلف دُکانیں پھر کر اگر چیز خریدی جائے تو سستے داموں مل سکتی ہے-

اب میں نے اس سکیم کے متعلق مجموعی طور پر اس کی وہ تفصیلات جو موجودہ حالات میں ضروری تھیں' سب بیان کردی ہیں اور اس میں مَیں نے مندرجہ ذیل امور مدنظر رکھے ہیں- (ا)یہ کہ جماعت کے اندر اور باہر ایسا ماحول پیدا ہوجائے کہ جس سے جماعت کی ذہنیت اور اقتصادی حالت اچھی ہوجائے اچھی ذہنیت کے بغیر کام نہیں چل سکتا- اگر کسی شخص کے سامنے اعلیٰ سے اعلیٰ کھانا رکھا ہو مگر وہ یہ سمجھے کہ اچھا نہیں تو مزا نہیں اٹھا سکتا- جب سے ایک ہی سالن کھانے کی پابندی پر شدت سے عمل شروع کیا ہے میں نے خود اس کا تجربہ کیا ہے- پہلے اگر دو سالن کبھی آتے تو کئی دفعہ ایک کو ناپسند اور دوسرے کو پسند کیا کرتا تھا مگر جب ایک ہی کھانا ہو تو جن نقائص کو دو کی صورت میں زبان محسوس کرتی ہے وہ محسوس نہیں ہوتے کیونکہ جب زبان کو معلوم ہو کہ دوسرا نہیں ملنا تو اعتراض کا مادہ کم ہوجاتا ہے- پس ذہنیت بڑا بھاری اثر رکھتی ہے- کوئی غریب آدمی پیدل چلا جا رہاہو اور کوئی کمہار اسے کہے کہ پیدل کیوں چلتے ہو آؤ میرے گدھے پر بیٹھ جاؤ تو اس کا دل باغ باغ ہو جائے گا اور وہ خیال کرے گا کہ اتنے میل پیدل چلنے سے بچ گئے لیکن اگر کوئی امیر آدمی جا رہا ہو اور اسے غصہ آ رہاہو کہ نوکر کو گھوڑا لانے کا حکم دیا تھا وہ نہیں لایا- یا کسی دوست رشتہ دار کو اطلاع دی تھی کہ فلاں جگہ پر گھوڑا بھیج دینااور اس نے نہیں بھیجا اور وہی گدھے والا اسے کہے کہ آؤ میرے گدھے پر سوار ہو جاؤ تو وہ بجائے کسی جذبہ امتنان کے اظہار کے اتنی مغلّظات سنائے گا کہ شاید اسے کانوں میں انگلیاں دے لینی پڑیں اور اپنی ذہنیت کے بدلہ میں وہ امیر آدمی گدھے پر چڑھنے کی دعوت کا انکار کرتے کرتے خود گدھا بن جائے گا- تو ذہن کا اثر بڑی چیز ہے اگر ذہنیت تبدیل ہوجائے تو آدھی لڑائی فتح ہوسکتی ہے- کسی امیر آدمی کو جو ایک بزرگ

سے اخلاص نہیں رکھتا' اس کا مستعمل کپڑا دے کر دیکھو کس قدر ناراض ہوگا لیکن اگر اخلاص ہو اور وہ سمجھے کہ مستعمل کپڑے میں برکت ہوگی تو خود لجاجت کرکے لے گا۔ رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی ایک جنگ میں قید ہوکر مکہ میں پہنچے' کفار انہیں طرح طرح کے دکھ دیتے تھے اور ماردینے کا فیصلہ کرچکے تھے ایسی حالت میں ان سے کسی نے کہا کہ کیا تمہارے نزدیک اچھا نہ ہوتا کہ تم مدینہ میں آرام سے اپنے گھر میں بیٹھے ہوتے اور تمہاری جگہ یہاں محمد (ﷺ) ہوتے۔ اگر ان صحابی کے دل میں اخلاص نہ ہوتا تو وہ کہتے کہ میرے ایسے نصیب کہاں مگر انہوں نے جواب دیا کہ تم تو یہ کہتے ہو مگر میں تو یہ بھی برداشت نہیں کرسکتا کہ میں گھر میں آرام سے بیٹھا ہوں اور محمد رسول اللہ ﷺ کے پاؤں میں مدینہ ہی کی کسی گلی میں کانٹا چُبھ جائے ۔ ہمارے پَیر ہر اس کانٹے کی جستجو کرتے ہیں جو آپ کے پاؤں میں چبھنے والا ہو۔

غرض ذہنیت کے تغیر سے بہت بڑا تغیر ہوجاتا ہے۔ ایک شخص جو پانسو روپیہ ماہوار تنخواہ لیتا ہے اگر تنزل کرکے اس کی تنخواہ چار سو روپیہ کردی جائے تو اس کے ہاں ماتم بپا ہوجائے گا اور وہ بے چین ہوجائے گا کہ اب خرچ کیونکر چلے گا۔ لیکن اگر ایک تین سو ماہوار پانے والے کی تنخواہ چار سو کردی جائے تو وہ اور اس کے گھر والے خوشی سے اچھلتے پھریں گے اور سمجھیں گے کہ اب خوب آرام سے گزر ہوگی۔ پس اس سکیم میں اول تو میرے مدنظر یہ بات ہے کہ ذہنیت میں ایسا تغیر کروں کہ جماعت خدمتِ دین کیلئے تیار ہوجائے اور آئندہ ہمیں جو قدم اٹھانا پڑے اسے بوجھ نہ خیال کیاجائے بلکہ بشاشت کے ساتھ اٹھایا جاسکے۔ ذہنیت کے بدلنے کے ساتھ ساتھ ماحول کا تغیر بھی میرے مدنظر ہے یعنی اقتصادی حالت کی درستی اور مشقت کی عادت۔ میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ جو لوگ عمدہ عمدہ کھانے اور عمدہ لباس پہننے کے عادی ہوں وہ اگر ضرورت پڑے تو باہر خدمت دین کیلئے نہیں جاسکتے۔ امیروں کی اولاد عام طور پر نیکی سے محروم رہ جاتی ہے۔ اول تو والدین کی حد تک پہنچنا یوں بھی مشکل ہوتا ہے لیکن جب جفاکشی کی عادت نہ ہو تو بالکل ہی اچھے کام نہیں کرسکتے۔ میں نے اس سکیم میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ ایسا ماحول پیدا کردیا جائے کہ ان کے اندر اچھے کام کرنے کی اہلیت پیدا ہوجائے۔

دوسری بات میرے مدنظر یہ ہے کہ ہر طبقہ کے لوگوں کو یہ احساس کرادیا جائے کہ

اب وقت بدل چکا ہے اس سکیم کا اثر سب ہی پر پڑے گا۔ جو شخص زیادہ کپڑے بنوانے کا عادی ہے جب وہ جاکر اور کپڑے خریدنے لگے گا' تو معاً اسے خیال آئے گا کہ اب ہماری حالت بدل گئی ہے' جب بھی بیوی سبزی ترکاری کیلئے کہے گی اور دو تین کی بجائے صرف ایک ہی منگوانے کو کہے گی تو فوراً اسے خیال آجائے گا کہ اب ہمارے لئے زیادہ قربانیاں کرنے کا وقت آگیا ہے' جب بھی نوکر کھانا پکانے لگے گا اور صرف ایک ہنڈیا چڑھائے گا اسے محسوس ہوجائے گا کہ اب اس گھر کی حالت بدل گئی ہے غرضیکہ کوئی حصہ ایسا نہیں جس میں احساس نہ پیدا ہوگا کہ اب جماعت کی حالت بدل گئی ہے اور اسے بھی اپنی حالت کو بدل لینا چاہیئے' ورنہ تم جماعت کا مخلص حصہ نہیں سمجھے جاؤ گے۔

تیسری بات میں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ جس قدر اطراف سے سلسلہ پر حملہ ہورہا ہے' سب کا دفعیہ ہو۔ اب تک ہم نے بعض رستے چُن لئے تھے اور کچھ قلعے بنالئے تھے مگر کئی حملے دشمن کے اس لئے چھوڑ دیتے تھے کہ فلاں کو دور کرلیں پھر اس طرف توجہ کریں گے۔ مگر اس سکیم میں اب مَیں نے یہ مدنظر رکھا ہے کہ حتی الوسع ہر پہلو کا دفعیہ کیا جائے اور کوئی حملہ ایسا نہ ہو جس کے جواب کیلئے ہم تیار نہ ہوں۔ مثلاً یہ بھی ہم پر ایک حملہ تھا کہ کانگرسی کھدّر پہنتے ہیں اور آپ کی جماعت مذہبی جماعت ہوتے ہوئے اس قدر قربانی نہیں کرتی - ہم جواب دیتے تھے کہ کانگرسی وہ روپیہ جو کھدّر پہننے سے بچتا ہے کانگرس کو نہیں دے دیتے لیکن ہماری جماعت تو اس قدر مالی قربانی کرتی ہے کہ کانگرس والے اس کا عُشرِ عَشِیْر بھی پیش نہیں کرسکتے۔ مگر یہ جواب گو درست تھا مگر سوال کا پہلو بچا کر دوسرے رنگ میں دیا جاتا تھا اس جہت سے ہم کوئی جواب نہ دے سکتے تھے جس طرف سے کہ یہ حملہ کیا جاتا تھا۔ مگر اب ہم کہیں گے کہ صرف کھدّر پہننا کوئی عقلمندی نہیں عقلمندی یہ ہے کہ اقتصادی حالت کو درست کیا جائے اور ہم نے ایسا عہد کیا ہے کہ جس سے ہماری اقتصادی حالت درست ہوجائے۔ مثلاً بیش قیمت لباس نہ استعمال کیا جائے' گوٹا کناری اور فیتہ لیس وغیرہ نہ خریدے جائیں۔ کانگرسی کھدّر کے ساتھ ایسی سب چیزیں استعمال کرلیتے تھے مگر ہم نے یہ سب چیزیں چھوڑدی ہیں' اسی طرح ہم نے کپڑوں میں کفایت کے علاوہ کھانے' شادیوں اور دعوتوں میں بھی تغیر کردیا ہے۔ پس اب ہم ان کے اصول کو صحیح قرار دیتے ہوئے بھی جواب دے سکتے ہیں۔

چوتھی بات میں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ سلسلہ کی طرف سے پہلے ہم نے ایک دو رستے مقرر کر رکھے تھے اور انہی راہوں سے دشمن پر حملہ کرتے تھے اور باقی کو یہ کہہ کر چھوڑ دیتے تھے کہ ابھی اور کی توفیق نہیں مگر اب سکیم میں مَیں نے یہ بات مدنظر رکھی ہے کہ حملے وسیع ہوں اور بیسیوں جہات سے دشمن پر حملے کئے جائیں۔ ہمارے حملے ایک ہی محاذ پر محدود نہ ہوں بلکہ جس طرح دفاع کیلئے ہم مختلف طریق اختیار کریں' اسی طرح حملہ کیلئے بھی مختلف محاذ ہوں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ مغربیت کے بڑھتے ہوئے اثر کو جو دنیا کو کھائے جاتا ہے اور جو دجال کے غلبہ میں مُمِدّ ہے' اسے دور کیا جائے۔ اس سلسلہ میں مَیں نے عورتوں کی تعلیم کے سلسلہ میں کچھ عرصہ ہوا ایک لیکچر دیا تھا اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ ہمارے کارکنوں نے اس سے فائدہ نہیں اٹھایا اور سکول میں لڑکیوں کی تعلیم کو اس طرز پر نہیں بدلا جو میں نے بتائی تھی۔ مگر مَیں نے اپنے گھر میں اسے رائج کردیا ہے اور اپنی لڑکیوں کو سکول سے ہٹا کر ایسے رنگ میں انہیں گھر پر تعلیم دلانی شروع کردی ہے کہ تا ایک طرف انگریزی بولنی اور لکھنی آجائے دوسری طرف دینی تعلیم اور اردو زبان کی تعلیم زیادہ ہو۔ سکولوں میں گو انگریزی اور اس کے لوازمات پر زور دیا جاتا ہے مگر پھر بھی طالبات کو انگریزی بولنی نہیں آتی حالانکہ کسی زبان کے سیکھنے میں اصول یہ ہونا چاہیئے کہ طالب علم اس میں گفتگو کرسکے مگر سکولوں کی تعلیم سے یہ غرض حاصل نہیں ہوتی۔ اُستانیوں کو بھی بولنی نہیں آتی تو لڑکیاں کس طرح سیکھیں گی بلکہ میں نے دیکھا ہے لڑکوں کو بھی انگریزی بولنی نہیں آتی۔ مگر میں نے اپنے گھر میں اس طرز پر تعلیم شروع کرائی ہے کہ انگریزی بولنے کی مشق ہو اور باقی تعلیم دِینی ہو۔ گو بچوں کی تعلیم پر مجھے ایک بہت بڑی رقم خرچ کرنی پڑتی ہے کیونکہ کئی اُستاد اور اُستانیاں رکھنی پڑتی ہیں اور بوجھ ناقابلِ برداشت ہوتا ہے مگر مقصود روپیہ سے زیادہ قیمتی ہے اور جب تک ہمارے زنانہ سکول کی حالت نہ بدلے' ایسا کرنا پڑے گا۔ اس وقت میں نے اس امر کو پھر دُہرادیا ہے تالوگوں کو معلوم رہے کہ لڑکیوں کی موجودہ تعلیم کا میں سخت مخالف ہوں' تا دوسرے مخلصین اگر صحیح طرز ابھی اختیار نہ کرسکیں تو بھی ان کے دل میں یہ خلش ضرور ہو کہ ہم نے اسے بدلنا ہے۔ غرض مغربیت کے اثر کو زائل کرنا بھی اس سکیم میں میرے مدنظر ہے اور جوں جوں وہ زائل ہوتا جائے گا' اسلام کی محبت اور اس کا دخل بڑھتا جائے گا

اسی لئے میں نے ہاتھ سے کام کرنے اور ایک ہی سالن کھانے کی عادت ڈالنے کی ہدایت کی ہے- یہ دونوں باتیں مغربیت کے خلاف ہیں-

چھٹی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کیلئے زیادہ جدوجہد کی جائے کیونکہ ہماری فتح اسی سے ہوسکتی ہے اسی لئے دعا کرنا مَیں نے اپنی سکیم کا ایک جزو رکھا ہے- اس کی غرض یہی ہے کہ ہماری تمام ترقیات اسی سے وابستہ ہیں اور جب ہمارے اندر سے غرور نکل جائے اس وقت اللہ تعالیٰ کا فضل نازل ہوسکتا ہے- اللہ تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ امن کی بنیاد ایسے اصول پر قائم ہو کہ انسانیت کے لحاظ سے سب برابر ہوں- اس سکیم میں مَیں نے یہ بات بھی مدنظر رکھی ہے کہ امیروغریب کا بُعد دُور ہو- مثلاً بعض گھر ایسے ہوتے ہیں جہاں مہمان زیادہ آتے ہیں وہ چار پانچ کھانے پکاتے ہیں اور جو مہمان بلندپایہ ہوں انہیں میز پر اپنے ساتھ بلا کر کھانا کھلالیتے ہیں اور جو ذرا کم درجہ کے ہوں انہیں کہہ دیا جاتا ہے کہ آپ اپنے کمرہ میں تشریف رکھیں' وہیں کھانا آپ کو پہنچ جائے گا مگر جب ایک ہی سالن پکے گا تو اس کی بھی ضرورت نہ ہوگی-

ساتویں بات اس سکیم میں میرے مدنظر یہ ہے کہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ افراد کو تبلیغ کیلئے تیار کیا جائے- پہلے سارے اس کیلئے تیار نہیں ہوتے اور جو ہوتے ہیں وہ ایسے رنگ میں ہوتے ہیں کہ مبلغ نہیں بن سکتے- اول تو عام طور پر ہماری جماعت میں تبلیغ کا انحصار مبلغوں پر ہی ہوتا ہے وہ آئیں اور تقریریں کر جائیں- ان کے علاوہ انصاراللہ ہیں مگر وہ اردگرد جاکر تبلیغ کرآتے ہیں اور وہ بھی ہفتہ میں ایک بار اس سے تبلیغ کی عادت پیدا نہیں ہوسکتی اور نہ ہی تبلیغ کرنے کا ہنر آتا ہے- کسی بات کو سیکھنے کیلئے تسلسل اور تواتر سے کام کرنے کی ضرورت ہوتی ہے- میرے پاس موٹر ہے اور میں نے کئی بار کوشش کی ہے کہ اسے چلانا سیکھ لوں اور جب کبھی سفر پر جاتا ہوں تو اس کی مشق شروع کرتا ہوں مگر واپس آکر چھوڑ دیتا ہوں اور پھر اگر کبھی باہر جانے کا موقع ملا تو اسے شروع کیا اور اس طرح مَیں چار سال میں بھی موٹر چلانا نہیں سیکھ سکا لیکن اگر چار سال کی جگہ چار دن مسلسل سیکھتا تو سیکھ لیتا- پس اب میں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ تین ماہ کیلئے جو دوست فراغت حاصل کرسکیں وہ تبلیغ کیلئے اپنے آپ کو پیش کریں اور اس طرح متواتر تین ماہ تک گھر سے دور جاکر تبلیغ کریں- اپنے گاؤں کے اردگرد ایک تبلیغی وفد بن کر چلا بھی جائے تو اگر کسی مخالف کو غصہ بھی آئے تو وہ یہ خیال

کر کے چپ ہو رہے گا کہ یہ زیادہ آدمی ہیں' ایسا نہ ہو ماریں اور اس طرح ان کو تبلیغ کی ٹریننگ نہ ہوگی۔ مگر جب اپنے ماحول سے دور جا کر اور مسلسل طور پر ایک شخص کام کرے گا تو اسے مبلغ والی صحیح تربیت حاصل ہوگی۔ پس اس سکیم میں یہ بھی میرے مدنظر ہے کہ تبلیغ کا دائرہ زیادہ سے زیادہ وسیع کیا جائے اور ایسے مبلغ پیدا کئے جائیں جو بغیر معاوضہ کے تبلیغ کریں۔

آٹھویں بات اس سکیم میں میرے مدنظر یہ ہے کہ مرکز کو ایسا محفوظ کیا جائے کہ وہ بیرونی حملوں سے زیادہ سے زیادہ محفوظ ہو جائے۔ اس بات کو اچھی طرح سوچنا چاہیئے کہ ایک سپاہی اور جرنیل میں کتنا فرق ہے مگر یہ فرق ظاہر میں نظر نہیں آتا۔ مثال کے طور پر آنکھوں کو لے لو سپاہی اور جرنیل کی آنکھ میں کیا فرق ہے۔ سوائے اس کے کہ سپاہی کی نظر تیز ہوگی اور جرنیل بوجہ بڑھاپے کے اس قدر تیز نظر نہ رکھتا ہوگا۔ اسی طرح دونوں کے جسم میں کیا فرق ہے سوائے اس کے کہ سپاہی نوجوان اور مضبوط ہونے کی وجہ سے زیادہ بوجھ اٹھا سکتا ہے اور جرنیل اس قدر نہیں اٹھا سکتا۔ یا سپاہی زیادہ دیر بھوک برداشت کر سکتا ہے اور جرنیل ایسا نہیں کر سکتا۔ مگر باوجود اس کے جرنیل کی جان ہزاروں سپاہیوں سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے اور بعض دفعہ ساری کی ساری فوج اسے بچانے کیلئے تباہ ہو جاتی ہے۔ نپولین کو جب انگریزوں اور جرمنوں کی متحدہ فوج کے مقابل میں آخری شکست ہوئی ہے تو اس وقت اس کی فوج کے ایک ایک سپاہی نے اسی خواہش میں جان دے دی کہ کسی طرح نپولین کی جان بچ جائے کیونکہ ہر ایک یہی سمجھتا تھا کہ اگر نپولین بچ گیا تو فرانس بھی بچ جائے گا' ورنہ مٹ جائے گا۔ نپولین کا جو گارڈ تھا وہ چنندہ بہادروں پر مشتمل تھا اور اس کے سب سپاہی اس قدر بہادر تھے کہ یورپ میں ضرب المثل تھی کہ نپولین کا گارڈ جب حرکت میں آتا ہے تو زمین ہل جاتی ہے۔ جب واٹرلو کے میدان میں جنگ کا پہلو فرانسیسیوں کے حق میں خراب نظر آنے لگا تو گارڈ آگے بڑھے اس دن انگریز اور جرمن بھی یہ سمجھ کر لڑ رہے تھے کہ اگر آج شکست ہوگئی تو دنیا میں ہم زندہ نہ رہ سکیں گے اس لئے وہ بھی سر اور دھڑ کی بازی لگائے ہوئے تھے اس لئے جب گارڈ نے حملہ کیا تو انگریزی فوج اس کے صدمات کو جرأت سے سہہ گئی۔ اور گارڈ کا پہلا حملہ ناکام رہا تو فرانسیسیوں کیلئے خطرہ اور بھی بڑھ گیا۔ اتنے میں گولہ بارود بھی فرانسیسیوں کا ختم ہو گیا اور گارڈ کو تلواروں اور کرچوں سے لڑنا پڑا۔ وہ گولیاں کھا کھا کر گر رہے تھے مگر پیچھے نہ ہٹتے تھے۔ لکھا ہے کہ اس وقت کسی نے انہیں کہا کہ تم بندوقیں کیوں استعمال نہیں

کرتے تو انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس گولی بارود نہیں- اس نے کہا پھر بھاگتے کیوں نہیں تو انہوں نے جواب دیا کہ بھاگنا ہمیں نپولین نے سکھایا نہیں- اور اس وقت بعض فرانسیسی افسر آگے بڑھے اور نپولین کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر اسے موڑنا چاہا اور اس سے درخواست کی کہ آپ واپس لوٹیں- اس نے جواب دیا کہ میں کس طرح لوٹ سکتا ہوں جب میرے سپاہی جانیں دے رہے ہیں مگر انہوں نے کہا کہ فرانس کی عزت آپ سے یہ تقاضا کرتی ہے کہ آپ واپس لوٹیں- تو بعض دفعہ بعض چیزوں کو ایسی اہمیت حاصل ہوتی ہے کہ ان کے مٹنے کے بعد شان قائم نہیں رہ سکتی-

پس قادیان اور باہر کی اینٹوں میں فرق ہے- اس مقام کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میں اسے عزت دیتا ہوں جس طرح بیت الحرام' بیت المقدس یا مدینہ و مکہ کو برکت دی ہے اور اب اگر ہماری غفلت کی وجہ سے اس کی تقدیس میں فرق آئے تو یہ امانت میں خیانت ہوگی اس لئے یہاں کی اینٹیں بھی انسانی جانوں سے زیادہ قیمتی ہیں اور یہاں کے مقدس مقامات کی حفاظت کیلئے اگر ہزاروں احمدیوں کی جانیں بھی چلی جائیں تو پھر بھی ان کی اتنی حیثیت نہ ہوگی جتنی ایک کروڑ پتی کیلئے ایک پیسہ کی ہوتی ہے- پس قادیان اور قادیان کے وقار کی حفاظت زیادہ سے زیادہ ذرائع سے کرنا ہمارا فرض ہے-

نویں بات اس میں میرے مدنظر یہ ہے کہ جماعت کو ایسے مقام پر کھڑا کردیا جائے کہ اگلا قدم اٹھانا سہل ہو- میں نے اس سکیم میں اس بات کو مدنظر رکھا ہے کہ اگر آئندہ اور قربانیوں کی ضرورت پڑے تو جماعت تیار ہو اور بغیر مزید جوش پیدا کرنے والی تحریکات کرنے کے جماعت آپ ہی آپ اس کیلئے آمادہ ہو-

دسویں بات اس میں مَیں نے یہ مدنظر رکھی ہے کہ ہماری جماعت کا تعلق صرف ایک ہی حکومت سے نہ رہے اب تک ہمارا حقیقی تعلق صرف ایک ہی حکومت سے ہے سوائے افغانستان کے جہاں ہماری جماعت اپنے آپ کو ظاہر نہیں کرسکتی اور احمدی کام نہیں کرسکتے' باقی سب مقامات پر جہاں جہاں زیادہ اثر رکھنے والی جماعتیں ہیں- مثلاً ہندوستان' نائیجیریا' گولڈکوسٹ' مصر' سیلون' ماریشس وغیرہ مقامات پر وہ سب برطانیہ کے اثر کے نیچے ہیں دیگر حکومتوں سے ہمارا تعلق نہیں سوائے ڈچ حکومت کے' مگر ڈچ بھی یورپین ہیں اور یورپینوں کا نقطہ نگاہ ایشیائی لوگوں کے بارہ میں جلدی نہیں بدلتا- ہمیں ایسی حکومتوں سے بھی لگاؤ پیدا کرنا

چاہیئے جن کی حکومت میں ہم شریک ہوں یا جو ہم پر حکومت کرنے کے باوجود ہمیں اپنا بھائی سمجھیں- مشرقی خواہ حاکم ہو مگر وہ محکوم کو بھی اپنا بھائی سمجھے گا- اسی طرح جنوبی امریکہ کے لوگ ہیں انہوں نے بھی چونکہ کبھی باہر حکومت نہیں کی اس لئے وہ بھی ایشیائی لوگوں کو اپنا بھائی سمجھتے ہیں- پس اس سکیم میں میرے مدنظر ایک بات یہ بھی ہے کہ ہم باہر جائیں اور نئی حکومتوں سے ہمارے تعلقات پیدا ہوں' تا ہم کسی ایک ہی حکومت کے رحم پر نہ رہیں- یوں تو ہم خداتعالیٰ کے ہی رحم پر ہیں مگر جو حصہ تدبیر کا خدا نے مقرر کیا ہے اسے اختیار کرنا بھی ہمارا فرض ہے اس لئے ہمارے تعلقات اس قدر وسیع ہونے چاہئیں کہ کسی حکومت یا رعایا کے ہمارے متعلق خیالات میں تغیر کے باوجود بھی جماعت ترقی کرسکے-

گیارھویں بات یہ مدنظر ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس درد میں ہماری شریک ہوسکیں- اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ایک نعمت دی ہے کہ ہمارے دلوں میں درد پیدا کردیا ہے- گورنمنٹ نے جو ہماری ہتک کی یا احرار نے جو اذیت پہنچائی اس کا یہ فائدہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعہ ہمارے دلوں میں درد کی نعمت پیدا کردی- اور وہی بات ہوئی جو مولانا روم نے فرمائی ہے کہ ؎

ہر بلا کیں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم بنہادہ است

یعنی ہر آفت جو مسلمانوں پر آتی ہے اس کے نیچے ایک خزانہ مخفی ہوتا ہے- پس یقیناً یہ بھی ایک خزانہ تھا جو خداتعالیٰ نے ہمیں دیا کہ جماعت کو بیدار کردیا اور جو لوگ سُست اور غافل تھے' ان کو بھی چوکنّا کردیا- پس یہ ایک ایسا واقعہ تھا جو دنیوی نگاہ میں مصیبت تھا مگر خداتعالیٰ کے نزدیک رحمت تھا اور میں نے نہیں چاہا کہ اس سے صرف موجودہ نسل ہی حصہ لے بلکہ یہ چاہا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اس سے حصہ پائیں- اور میں نے اس سکیم کو ایسا رنگ دیا ہے کہ آئندہ نسلیں بھی اُس طریق پر نہیں جو شیعوں نے اختیار کیا ہے بلکہ عقل سے اور اعلیٰ طریق پر جو خدا کے پاک بندے اختیار کرتے آئے ہیں اسے یاد رکھ سکیں اور اس سے فائدہ اٹھاسکیں- اس کے علاوہ اور بھی فوائد ممکن ہے اس میں ہوں مگر یہ کم سے کم تھے جو مَیں نے بیان کردیئے ہیں- یا یوں کہو کہ یہ سکیم کا وہ حصہ ہے جو خداتعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بتایا- اس سکیم کے ثواب کو وسیع اور فائدہ کو زیادہ کرنے کیلئے اس میں

مندرجہ ذیل امور ہیں۔

اول ایک سالن کھانا۔ اس میں سب شامل ہوسکتے ہیں۔ امیر زیادہ کو کم کرکے ایک کھاسکتا ہے اور غریب تو کھاتا ہی ایک ہے۔ بعض غریب خیال کرتے ہیں کہ ہمیں اس میں شامل ہونے کی ضرورت نہیں مگر ایسا خیال کرنے والوں نے دراصل اس سکیم کے مغز کو نہیں سمجھا حالانکہ ان کا حق زیادہ ہے کہ ثواب میں شریک ہوں ثواب ہمیشہ نیت کا ہوتا ہے' عمل کا نہیں۔ دنیا میں کون ہے جو اپنی بیوی سے پیار نہیں کرتا اور وہ کون مومن ہے جو اپنی بیوی سے حسن سلوک نہیں کرتا مگر رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کے منہ میں اس لئے لقمہ ڈالتا ہے کہ اسے ثواب حاصل ہو' اس کیلئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے[۵]۔ پس جو کام یوں بھی کئے جاتے ہیں وہ نیت کرلینے سے نیکی بن جاتے ہیں۔ جو لوگ ایک ہی سالن کھاتے ہیں وہ پہلے مجبوری سے کھاتے تھے مگر اب اگر نیت کرلیں تو یہی مجبوری ان کیلئے نیکی بن جائے گی اس لئے کوئی ایسا شخص نہیں جو اس میں شامل نہ ہوسکتا ہو بلکہ غرباء زیادہ فائدہ اٹھاسکتے ہیں۔ کئی امیر ایسے ہوسکتے ہیں جو اپنے دل میں یہ کہتے ہوں گے کہ ہم تو تین چار سے کم سالن پر گزارہ نہیں کرسکتے اور پھر وہ زبان سے اعتراض کریں گے کہ گاندھی جیسی تحریکیں شروع کردی ہیں لیکن وہ غریب جسے یہ پتہ لگے کہ اس مجبوری کی حالت سے وہ ثواب حاصل کرسکتا ہے اور پھر بھی نہ کرے تو اس سے زیادہ بیوقوف کون ہوسکتا ہے۔ اور ایسے غریب کی مثال تو اس شخص کی ہوگی جو گرمیوں کے موسم میں دھوپ میں بیٹھا تھا کسی نے کہا میاں اٹھ کر سائے میں ہوجاؤ تو وہ کہنے لگا کیا دو گے۔ تو جو لوگ کھاتے ہی ایک سالن ہیں' ان کا حرج کیا ہے کہ اسے عبادت بنالیں۔ جو غرباء خیال کرتے ہیں کہ یہ ہدایت امیروں کیلئے ہی ہے انہیں یاد رکھنا چاہیئے کہ بیشک امیر کیلئے ظاہری قربانی ہے مگر دل کی قربانی تو غریب کیلئے بھی ہے۔ غریب سے غریب آدمی جسے فاقے بھی آجاتے ہوں' اس پر بھی کبھی نہ کبھی ایسا موقع ضرور آجاتا ہے کہ وہ دو کھانے کھاسکے' کبھی کوئی دوست تحفہ ہی بھیج دیتا ہے' کبھی کوئی سبزی ترکاری اپنے کھیت میں سے یا اگر اپنی نہ ہوئی تو ہمسایہ سے مانگ کر ہی پکائی جاتی ہے' کچھ ساگ پکالیا کچھ دال' کبھی آلو بھی پکالئے اور شلغم بھی تو اس طرح غریب بھی بعض اوقات دو بھاجیاں[۶] بنالیتے ہیں گو ان میں گوشت نہیں ہوتا مگر ہنڈیاں دو کئی دفعہ وہ بھی پکالیتے ہیں۔ اب اگر ایسا شخص جسے کبھی کبھی ایسا موقع ملتا ہے دوسرا سالن یا ترکاری چھوڑ دے تو اس کی یہ

[۶] دو قسم کا سالن

قربانی اس امیر سے زیادہ ہے جسے روز کا چسکا ہے۔ پس غریب یہ نہ سمجھیں کہ وہ اس میں شامل نہیں ہوسکتے۔ ہوسکتے ہیں اور ان کیلئے ثواب کے حصول کا ویسا ہی موقع ہے جیسا امراء کیلئے،اس لئے جماعت کے ہر فرد کو اس میں شامل ہونے کا عہد کرنا چاہیئے۔ اطلاع دینا ضروری ہے۔

مَیں نے کہا تھا کہ جو دوست اس میں شامل ہوں وہ مجھے اطلاع دیں۔ لیکن میں جانتا ہوں کہ بیسیوں لوگ ایسے ہیں جنہوں نے عہد تو کیا ہے مگر مجھے اطلاع نہیں دی۔ قادیان کے صرف دو محلّوں نے بحیثیت مجموعی اس کی اطلاع دی ہے۔ ایک دارالسعت اور ایک دارالرحمت۔ محلّہ دارالرحمت ہر تحریک میں دوسروں سے آگے رہتا ہے مگر اس تحریک میں دارالسعت بھی سبقت لے گیا ہے۔ باقی کسی محلّہ نے محلّہ کے طور پر اطلاع نہیں دی۔ (اس عرصہ میں دارالبرکات نے بھی اطلاع دے دی ہے فَجَزَا هُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ) اگرچہ مجھے معلوم ہے کہ بیسیوں افراد ہیں جنہوں نے اس میں حصہ لیا ہے۔ ان کے اطلاع نہ دینے کی دو ہی وجہیں ہوسکتی ہیں۔ یا تو یہ کہ وہ ڈرتے ہیں کہ شاید یہ عہد ٹوٹ نہ جائے اور یا پھر یہ کِبر کی علامت ہے۔ جب میں نے کہا ہے کہ وہ اطلاع دیں تو کیوں نہیں دیتے۔

دوسری بات میں نے غرباء کو شامل کرنے کیلئے یہ کہی ہے کہ ہاتھ سے کام کرنے کی عادت پیدا کی جائے۔ غرباء پہلے بھی ایسا کرتے ہیں مگر مجبوری کے ماتحت۔ اب وہ یہ کہیں گے کہ چونکہ مذہبی اخلاق کے حصول اور قومی ترقی کیلئے ہمیں یہ ہدایت ہے اس لئے ہم ایسا کرتے ہیں۔

تیسرے میں نے دعا کو ضروری قرار دیا ہے کہ غریب امیر کے علاوہ اپاہج اور لنگڑے لولے بھی اس میں شامل ہوسکیں۔ جو امیر اپاہج ہو' وہ تو روپیہ دے کر بھی شریک ہوسکتا ہے لیکن غریب اپاہج کیلئے کوئی صورت نہ تھی اس لئے میں نے دعا کو ضروری قرار دے دیا ہے۔ تا ایسے لوگ دعاؤں میں شریک ہوکر ثواب حاصل کرسکیں اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ گھر میں بیٹھی ہوئی عورت بلکہ چارپائی کے ساتھ چسپاں مریض بھی اس میں حصہ لے سکتا ہے۔

چوتھے سکیم کے اثر کو وسیع کرنے کیلئے اور اس خیال سے کہ جماعت کے زیادہ سے زیادہ لوگ اس میں شریک ہوں' مالی قربانیوں میں میرے مخاطب گو پہلے امراء ہی تھے مگر میں نے یہ رعایت بھی کردی ہے کہ جو غرباء دس دس یا پانچ پانچ روپے نہ دے سکیں' وہ کمیٹیاں

ڈال کر ایک ایک روپیہ یا آٹھ آٹھ آنے جمع کرکے جس جس کے نام پر قرعہ نکلتا جائے' جمع کراتے جائیں۔

پانچویں بات اس کے فوائد کو وسیع کرنے کیلئے میں نے یہ رکھی ہے کہ اس سکیم کو اختیاری رکھا ہے۔ میں نے سب حالات سامنے رکھ دیئے ہیں اور ان کا علاج بھی بتادیا ہے مگر یہ نہیں رکھا کہ جو حصہ نہ لے اسے سزا دی جائے بلکہ سزا و ثواب کو خداتعالیٰ پر ہی چھوڑ دیا ہے تا جو حصہ لے اسے زیادہ ثواب ملے۔ تحریکات دو قسم کی ہوتی ہیں' جبری اور اختیاری۔ نماز جبری ہے اور نفل اختیاری اور دونوں ضروری ہیں۔ جبر فائدہ عام کیلئے ہوتا ہے اور اختیار میں ثواب بڑھ جاتا ہے اس لئے رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ بندہ نفل کے ذریعہ اپنے رب کے حضور ترقی کرتا ہے ۶۔ جماعت یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ ۷ سے ترقی کرے گی مگر افراد نفل سے۔ تو یہ فرق ہے جو شریعت نے رکھا ہے۔ اس کی تفاصیل بیان کرنے کا اس وقت موقع نہیں۔ اس سکیم میں مَیں نے نفلی ترقی مدنظر رکھی ہے ہاں اس کے بعض حصے جبری ہیں جیسے سینما کے متعلق حکم۔ رسول کریم ﷺ بھی دونوں طرح سے کام لیتے تھے۔ جنگ بدر کی بھرتی اختیاری تھی اور تبوک کی جبری اس لئے میں ہدایت کرتا ہوں کہ اس تحریک کو چلانے والے مندرجہ ذیل باتوں کو مدنظر رکھیں۔

(ا) یہ کہ وہ صرف میری تجاویز کو لوگوں تک پہنچادیں اس کے بعد مردوں پر اس میں شامل ہونے کیلئے زیادہ زور نہ دیں۔ ہاں عورتوں تک خبر چونکہ مشکل سے پہنچتی ہے۔ اور باہر کی مشکلات سے ان کو آگاہی بھی کم ہوتی ہے' اس لئے رسول کریم ﷺ مردوں میں تو چندہ کیلئے صرف اعلان ہی کردیتے تھے کہ کون ہے جو اپنا گھر جنت میں بنائے ۸۔ مگر عورتوں سے اصرار کے ساتھ وصول فرماتے تھے بلکہ فرداً فرداً اجتماع کے مواقع میں انہیں تحریک کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک عورت نے ایک کڑا اتار کر دے دیا تو آپ نے فرمایا دوسرا ہاتھ بھی دوزخ سے بچا ۹۔ پس عورتوں کے معاملہ میں اجازت ہے کہ ان میں زیادہ زور کے ساتھ تحریک کی جائے مگر مجبور اُنہیں بھی نہ کیا جائے۔ اور مردوں پر تو زور بالکل نہ دیا جائے صرف ان تک میری تجاویز کو پہنچادیا جائے اور جو اس میں شامل ہونے سے عذر کرے اسے ترغیب نہ دی جائے۔ کارکن تحریک مجھے دکھا کر اور اسے چھپواکر کثرت سے شائع کرادیں۔ اور چونکہ ڈاک خانہ میں بعض اوقات چٹھیاں ضائع ہوجاتی ہیں' اس لئے جہاں سے جواب نہ ملے دس

پندرہ روز کے بعد پھر تحریک بھیج دیں اور پھر بھی جواب نہ آئے تو خاموش ہوجائیں- اس طرح بیرونی جماعتوں کے سیکرٹریوں کا فرض ہے کہ وہ میرے خطبات جماعت کو سنادیں جو جمع ہوں انہیں یکجا اور جو جمع نہ ہوں ان کے گھروں پر جاکر لیکن کسی پر شمولیت کیلئے زور نہ ڈالیں اور جو عذر کرے اسے مجبور نہ کریں- تیسری بات یہ مدنظر رکھی جائے کہ ہندوستان کے احمدیوں کا چندہ پندرہ جنوری ۱۹۳۵ء تک وصول ہوجائے- جو ۱۶-جنوری کو آئے یا جس کا ۱۵-جنوری سے پہلے پہلے وعدہ نہ کیا جاچکا ہو' اسے منظور نہ کریں- پہلے میں نے ایک ماہ کی مدت مقرر کی تھی مگر اب چونکہ لوگ اس مہینہ کی تنخواہیں لے کر خرچ کرچکے ہیں' اس لئے میں اس میعاد کو ۱۵-جنوری تک زیادہ کرتا ہوں- جو رقم ۱۵-جنوری تک آجائے یا جس کا وعدہ اس تاریخ تک آجائے وہی لی جائے- زمیندار دوست جو فصلوں پر چندہ دے سکتے ہیں یا ایسے دوست جو قسط وار روپیہ دینا چاہیں' وہ ۱۵-جنوری تک ادا کرنے سے مستثنٰی ہوں گے- مگر وعدے ان کی طرف سے بھی ۱۵-جنوری تک آجانے ضروری ہیں- جو رقم یا وعدہ ۱۶-جنوری کو آئے اسے واپس کردیا جائے- ہندوستان سے باہر کی جماعتوں کیلئے میعاد یکم اپریل تک ہے- جن کی رقم یا وعدہ اس تاریخ تک آئے وہ لیاجائے' اس کے بعد آنے والا نہیں- اس صورت میں جو لوگ اس میں حصہ لینا چاہتے ہیں' ان کیلئے ضروری ہے کہ اپنے وعدے اس تاریخ کے اندر اندر بھیج دیں- رقم فروری' مارچ' اپریل میں آسکتی ہے- یا جو دوست بڑی رقوم دس' بیس' تیس' چالیس کی ماہوار قسطوں میں ادا کرنا چاہیں یا اس سے زیادہ دینا چاہتے ہوں' انہیں سال کی بھی مدت دی جاسکتی ہے- مگر ایسے لوگوں کے بھی وعدے عرصہ مقررہ کے اندر اندر آنے چاہئیں- اس میعاد کے بعد صرف انہی لوگوں کی رقم یا وعدہ لیا جائے گا جو حلفیہ بیان دیں کہ انہیں وقت پر اطلاع نہیں مل سکی- مثلاً جو ایسے نازک بیمار ہوں کہ جنہیں اطلاع نہ ہوسکے یا دور دراز ملکوں میں ہوں-

پس کارکنوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیئے کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے جماعتوں پر ایسے وقت بھی آتے ہیں کہ وہ امتیاز کرنا چاہتا ہے- اس کا منشاء یہی ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کو ثواب سے محروم رکھا جائے - پس جن کو خداتعالٰی پیچھے رکھنا چاہتا ہے انہیں آگے کرنے کا ہمیں کوئی حق نہیں اور ہم کون ہیں جو اس کی راہ میں کھڑے ہوں- ہمارے مدنظر روپیہ نہیں بلکہ یہ ہونا چاہیئے کہ خدا کے دین کی شان کس طرح ظاہر ہوتی ہے- اللہ تعالٰی غیرت والا ہے- وہ کسی کے

مال کا محتاج نہیں- یہ مت خیال کرو کہ دین کی فتح اس ساڑھے ستائیس ہزار روپیہ پر ہے اور کہ بعض لوگ اگر اس میں حصہ نہ لیں گے تو یہ رقم کیسے پوری ہوگی- جب اللہ تعالیٰ اس کام کو کرنا چاہتا ہے تو وہ ضرور کردے گا- اگر اللہ تعالیٰ کا یہی منشاء ہے روپیہ پورا نہ ہو تو وہ اس کے بغیر بھی کام کردے گا- پس رقم کو پورا کرنے کے خیال سے زیادہ زور مت دو- کارکنوں کا کام صرف یہی ہے کہ تحریک دوسروں تک پہنچادیں اور دس پندرہ دن کے بعد پھر یاد دہانی کردیں- اسی طرح جماعتوں کے سیکرٹری بھی احباب تک اس تحریک کو پہنچادیں- یہ کسی کو نہ کہا جائے کہ اس میں حصہ ضرور لو- جو کہتے ہیں ہمیں توفیق نہیں' انہیں مت کہو کہ حصہ لیں کیونکہ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا کہ جو باوجود توفیق کے حصہ نہیں لیتے ان کا حصہ اس پاک تحریک میں شامل ہو- اگر ایسا شخص دوسروں کے زور دینے پر حصہ لے گا تو وہ ہمارے پاک مال کو گندہ کرنے والا ہوگا- پس ہمارے پاک مالوں میں ان کے گندے مال شامل کرکے ان کی برکت کم نہ کرو-

مَیں نے پچھلے ایک خطبہ میں کہا تھا کہ غرباء زیادہ حصہ لے رہے ہیں اور ان کیلئے میں نے جو سہولتیں رکھی ہیں' ان کو استعمال کررہے ہیں اور غالبًا یہ بھی کہا تھا کہ مالی طور پر ان کے روپیہ سے شاید زیادتی نہ ہو مگر اخلاص کے لحاظ سے ضرور ہوگی- مگر اب معلوم ہوا ہے کہ غرباء شاید مال کو بھی بڑھا دیں گے کیونکہ یہ ظاہر ہورہا ہے کہ جب انہوں نے لبیک کہا تھا تو ان کے دل کے ذرہ ذرہ سے لبیک کی صدا اٹھ رہی تھی- اس کے بالمقابل بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ جو زیادہ حصہ لے سکتے تھے مگر انہوں نے نہیں لیا اور بعض کو بظاہر جتنی توفیق تھی اس سے زیادہ حصہ لے رہے ہیں- جو لوگ میرے مخاطب تھے یعنی آسودہ حال ان میں سے اس وقت تک صرف پانچ چھ نے ہی حصہ لیا ہے- میں نے آسودگی کا جو معیار اپنے دل میں رکھا تھا وہ یہ تھا کہ جو لوگ ڈیڑھ سو یا اس سے زیادہ آمد رکھتے ہیں' وہ آسودہ حال ہیں- ہماری جماعت میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے جو فی الواقع امیر ہوں- متوسط طبقہ زیادہ ہے اور انہی کو ہم امیر کہہ لیتے ہیں مگر ہمارے متوسط طبقہ نے جو قربانیاں کی ہیں وہ اپنی شان میں بہت اہم ہیں- بعض نے تو ان میں سے چار چار ماہ کی آمدنیاں دے دی ہیں اور زیادہ تر حصہ بھی انہی لوگوں نے لیا ہے جو غرباء یا متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اور انہوں نے ثابت کردیا ہے کہ گو ان کے وسائل کمزور ہیں مگر دل وسیع ہیں- رسول کریم ﷺ کی پیشگوئی تھی-

بَدَءَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَ سَيَعُوْدُ غَرِيْبًا[۱] - اسلام غریب ہی شروع ہوا اور آخر زمانہ میں پھر غریب ہوجائے گا- کون ہے جو بچہ سے پیار کرتا ہے مگر اس کا باپ یا اس کی ماں؟ کون ہے جو بھائی سے پیار کرتا ہے مگر اس کا بھائی؟ کون ہے جو غریب الوطن سے ہمدردی کرتا ہے مگر اس کا ہم وطن ان غریبوں نے اپنے عمل سے ثابت کردیا ہے کہ وہ اپنی غربت میں بھی غریب اسلام کو نہیں بھولے کیونکہ وہ بھی غریب ہیں اور اسلام بھی غریب اور اس طرح وہ اس کے رشتہ دار ہیں اور اس کی غربت کی حالت کو دیکھنا پسند نہیں کرتے اور اپنے خون سے اس کی کھیتی کو سینچ کر وہ اس کی حالت کو بدلنا چاہتے ہیں- رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ -

بعض لوگ مالی لحاظ سے غریب ہوتے ہیں اور بعض دل کے غریب ہوتے ہیں اور دل کے غریب وہ ہوتے ہیں جو کبر محسوس نہ کریں- میں نے بیسیوں تحریکیں اپنی خلافت کے زمانہ میں کی ہیں مگر کئی امراء اور علماء ہماری جماعت کے ایسے ہیں کہ انہوں نے ان میں بہت ہی کم حصہ لیا ہے- اس لئے جو امراء دینی تحریکات میں حصہ لیتے ہیں' ان کو بھی میں غرباء میں ہی شامل کرتا ہوں کیونکہ وہ دل کے غریب ہیں-

تحدیثِ نعمت کے طور پر مَیں چودھری نصراللہ خان صاحب مرحوم کی اکثر اولاد بالخصوص چودھری ظفراللہ خان صاحب کا ذکر کرتا ہوں- میں نے آج تک کوئی تحریک ایسی نہیں کی جس میں انہوں نے حصہ نہ لیا ہو- خواہ وہ تحریک علمی تھی یا جسمانی یا مالی یا سلوک کی خدمت کی تھی انہوں نے فوراً اپنا نام اس میں پیش کیا اور پھر خلوص کے ساتھ اسے نباہا- جب میں نے ریزروفنڈ کی تحریک کی تھی تو کئی لوگوں نے اپنے نام دیئے مگر ان میں سے صرف چودھری ظفراللہ خان صاحب ہی ہیں' جنہوں نے پوری طرح نباہا اور ہزاروں روپیہ جمع کرکے دیا حالانکہ اس وقت ان کی پوزیشن ایسی نہ تھی جیسی اب ہے کہ کوئی خیال کرے کہ اپنے اثر سے روپیہ جمع کرلیا ہوگا- چودھری نصراللہ خان صاحب مرحوم گو ۱۹۰۰ء کے بعد داخل سلسلہ ہوئے مگر انہوں نے اخلاص کا بہت نیک نمونہ دکھایا اور وہی نمونہ کم وبیش ان کی اولاد میں بھی ہے اور ان کی اہلیہ میں بھی اخلاص کا وہ نیک نمونہ ہے بلکہ وہ صاحبِ کشوف بھی ہیں' ان کو ہمیشہ سچے خواب آتے رہتے ہیں- مجھے ان کی اولاد سے اس لئے بھی محبت ہے کہ جب میں نے آواز دی کہ جو لوگ اپنے گزارہ کیلئے کافی روپیہ کما چکے ہوں' وہ اپنا بڑھاپا دین کیلئے وقف کردیں تو چودھری نصراللہ خان صاحب مرحوم نے اس پر لبیک کہا اور نہایت اخلاص سے صدر

انجمن احمدیہ میں کام کرتے رہے اور وفاداری اور فرمانبرداری سے کام کیا- ان کو چونکہ میرے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا ہے' اس لئے مجھے ان کی قدر ہے اور ان کی اولاد نہ صرف اپنے لئے بلکہ اپنے باپ کیلئے بھی مجھے پیاری ہے- اور اب کہ ان کا ذکر آیا ہے میں ان کی اولاد کیلئے دعا کرتا ہوں کہ ان کے دل کا متاع کبھی ضائع نہ ہو- اگر اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کی نعمتیں دے تو یہ اس کا فضل ہے لیکن ان کے دل کی غربت ضرور قائم رہے بلکہ بڑھتی رہے- کیونکہ اگر یہ نہ ہو تو دنیوی مال و دولت ایک لعنت ہے-

میرا یہ مطلب نہیں کہ ان کے سوا جماعت میں اور مخلص نہیں ہیں- اور بھی بڑے بڑے مخلص ہیں- ایک سیٹھ عبداللہ بھائی ہیں- انہوں نے اتنی مالی قربانیاں کی ہیں کہ وہ پہلے حقیقتاً امیر آدمی تھے مگر اب عملاً غریب ہیں- انہوں نے تبلیغ کا بھی بہت کام کیا ہے- مالی قربانی انہوں نے بالکل ایسی کی ہے جس طرح سیٹھ عبدالرحمٰن حاجی اللہ رکھا صاحب نے کی تھی- لیکن تبلیغی خدمت ان کی ایسی ہے جس کی مثال موجودہ جماعت میں نہیں ملتی- انہیں تبلیغ کا جنون ہے- ان کے ذریعہ ایسی ایسی جگہوں پر احمدیت پہنچی ہے کہ جہاں اور کوئی نہ پہنچا سکتا- مجھے دو چار دن ہوئے ایک گریجوایٹ رجسٹرار کا ایک ایسے علاقہ سے خط آیا جس کا نام بھی میں نے کبھی نہ سنا تھا- اس نے لکھا کہ میں سکندر آباد آیا تھا وہاں سیٹھ صاحب کے لڑکے یا کوئی رشتہ دار کسی کے ساتھ باتیں کررہے تھے جو میں نے سنیں- بعد میں ان کو خط لکھا اور انہوں نے مجھے لٹریچر بھیجا جسے پڑھ کر مجھ پر حق کھل گیا- تو ایسے ایسے مقامات پر ان کے ذریعہ تبلیغ پہنچی ہے کہ ہم جہاں نہ پہنچ سکتے تھے- وہ تبلیغی لٹریچر بہت پھیلاتے ہیں اور اس کام میں وہ اپنی مثال آپ ہی ہیں- اور میں سمجھتا ہوں تبلیغ کے میدان میں ایک بھی احمدی ان کا مقابلہ نہیں کرسکتا- وہ جب احمدی ہونے کے قریب تھے تو مجھے ایک دوست نے دعا کیلئے لکھا- اور میں نے رویاء دیکھا کہ ایک مکان ہے جس کے صحن میں ایک تخت ہے جس پر وہ شخص بیٹھا ہے جس کے لئے مجھے دعا کی تحریک کی گئی ہے' اس وقت تک میں نے ابھی سیٹھ صاحب کو نہ دیکھا تھا میں نے دیکھا کہ تہجد کا وقت ہے آسمان میں چھلنی کی طرح سوراخ ہیں جن میں سے خدا کا نور چاروں طرف سے اس شخص پر گرتا ہے- میں نے اس خواب کی اطلاع اسی وقت دے دی تھی- اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کے خاندان پر خاص فضل فرمائے اور ہمیشہ ان میں دین کی خدمت اور سلسلہ کی اشاعت کا جوش قائم رہے اور ان کے خاندان کے وہ افراد جو

احمدیت میں ابھی تک داخل نہیں' اللہ تعالیٰ انہیں بھی احمدیت میں داخل کرے۔

ان کے علاوہ طبقہ امراء میں اور لوگ بھی ہیں جو نہایت مخلص اور سچی قربانی کرنے والے ہیں مگر ان دو کا نام میں نے اس لئے لے دیا ہے کہ ایک تنوّع اور دوسرے کی مالی اور تبلیغی قربانیاں بے مثال ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دوسروں کے گھروں کو بھی برکتوں سے بھر دے ان مخلصین کے علاوہ جو لوگ ان سے اثر لیں وہ بھی دوسری اقوام کے امراء سے یقیناً بہتر ہیں کیونکہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص خداتعالیٰ کے نور سے حصہ لے اور اس کی کچھ بھی اصلاح نہ ہو۔ مگر جب تک حقیقی روح قربانی کی پیدا نہ ہو' خطرہ کا مقام ہے۔ قربانی کی روح اور شئے ہے اور قربانی اور شَے ہے۔ انسان کو ابتلاء سے قربانی محفوظ نہیں کرتی بلکہ قربانی کی روح محفوظ کرتی ہے۔ جس میں وہ روح پیدا نہ ہو گو وہ قربانی میں حصہ لے پھر بھی کچے دھاگے کی طرح ہے جس کے ٹوٹ جانے کا اندیشہ ہے۔ جماعت کے مخلص امراء میں سے سیٹھ عبداللہ بھائی کو ایسا درجہ حاصل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جس قسم کے چالیس مومنوں کی خواہش کی تھی' وہ ایسے ہی ہیں۔ ان کا تبلیغی جوش حقیقتاً اس درجہ کا ہے کہ صاف نظر آتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو تبلیغ میں خداتعالیٰ کے سامنے ذمہ دار سمجھتے ہیں۔ اور ان کی مالی قربانی اس رنگ کی ہے کہ مجھے ان سے بڑے بڑے مطالبہ میں کوئی جھجک نہیں ہوسکتی اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان جیسے چالیس آدمی پیدا ہوجائیں تو بہت بڑا انقلاب پیدا ہوسکتا ہے۔ بہرحال اس وقت اخلاص کی ضرورت ہے اور میں نے سلسلہ کے حالات' خطرات اور ان کا علاج کھول کھول کر بیان کردیا ہے۔ اب وہ وقت ہے کہ اگر ہم نے کروٹ نہ بدلی تو ظاہری حالات کے لحاظ سے ہمارا زندہ رہنا مشکل ہے۔ اس میں شک نہیں کہ خداتعالیٰ اس سلسلہ کو زندہ رکھے گا مگر ہم نے صحیح قربانی نہ کی تو خداتعالیٰ ہمیں مٹا کر دوسری قوم کے سپرد یہ کام کرے گا۔ وہ پہلے تختی کو صاف کرے گا کیونکہ جس تختی پر پہلے لکھا جاچکا ہو اس پر اور نہیں لکھا جاسکتا۔ اس وقت ہمارے لئے حالات ایسے ہیں جنہیں عام لوگ نہیں سمجھ سکتے۔ میں نے ایک حد تک انہیں ظاہر کیا ہے اور اگر ہم زندہ رہنا چاہتے ہیں تو ہمیں اب کروٹ بدلنی اور ہوش میں آنا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواجِ یزید

دینِ حق بیمار و بے کس ہمچو زین العابدین

اور بعینہٖ یہی حالت آج کل ہو رہی ہے۔ دشمنوں نے یہ محسوس کرلیا ہے کہ یہ سلسلہ بڑھتا جارہا ہے اور اگر اسے مزید بڑھنے دیا گیا تو کچھ عرصہ بعد ہم اس کی ترقی کو روک نہیں سکیں گے اس لئے وہ ہر طرف سے ہم پر حملہ آور ہو رہے ہیں اور ہمیں آج وہی نظارہ پیش ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں پیش آیا تھا۔ ہمارا حسین اس وقت کربلا کے میدان میں ہے اور یزید کا لشکر سامنے پڑا ہے۔ اس کے ہاتھوں میں کمانیں کھنچی ہوئی ہیں اور تیر حسین کے سینہ کی طرف چھوٹنے والے ہیں۔ پس جو چاہے کوفہ والوں کی طرح ایک طرف ہوجائے جو چاہے آگے آئے اور قربانی کیلئے اپنے آپ کو پیش کرے اور کہے کہ جو تیر سلسلہ کیلئے چھوڑا جائے گا میں اسے خود اپنے سینہ پر کھاؤں گا اور جو ایسا کریں گے وہی برکت والے ہوں گے اور جن کے دلوں میں اخلاص نہیں یا اخلاص کی کمی ہے اللہ تعالیٰ انہیں ظاہر کردے گا۔ ہمارا کام صرف یہ ہے کہ اس مقصد کیلئے اپنی جانیں قربان کریں یہ نہیں کہ دوسروں کو مجبور کریں کہ آگے بڑھو۔ یاد رکھو کہ جو اس جنگ میں مرتا ہے وہ دراصل زندہ ہوتا ہے۔

پس دوسروں کا فکر نہ کرو بلکہ اپنا فرض ادا کرو۔ جو قربانی کرسکتا ہے مگر نہیں کرتا وہ کوفہ والوں کی طرح ہے جو اگرچہ جانتے تھے کہ حضرت امام حسین حق پر ہیں مگر ان کی امداد کیلئے میدان میں نہ آئے۔ جو دشمن ہیں اور نقصان کے درپے خواہ منافقوں سے ہوں خواہ کافروں میں سے وہ یزیدی ہیں اور یزید کا لشکر ہیں۔ پس جو اس وقت میدان میں آتے ہیں وہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے ساتھیوں کی طرح ہیں یہ مت خیال کرو کہ تم تھوڑے ہو اس لئے ہار جاؤ گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لکھا ہے کہ خداتعالیٰ ہر بات دو دفعہ ظاہر کرتا ہے۔ اور پہلی ناکامی کو دوسری دفعہ کی کامیابی سے دھو دیتا ہے۔ پہلا آدم جنت سے نکالا گیا اس لئے خداتعالیٰ نے پھر میرا نام آدم رکھا تاکہ پھر میں اولادِ آدم کو جنت میں داخل کروں۔ پہلے مسیح کو یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا تب خدا نے پھر میرا نام مسیح رکھا تا میرے ذریعہ صلیب کو توڑ دے۔ اسی طرح یاد رکھو کہ پہلا حسین کربلا میں بے گناہ حق کی حمایت کی وجہ سے شہید کیا گیا اور اب دوسرے حسین کے ذریعہ خداتعالیٰ یزید کے لشکر کو شکست دے گا۔ اس لئے میں تحریک کرنے والوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ صرف اخلاص کو لیں اور روپیہ یا تعداد کی کمی کا خیال نہ کریں۔ جو لوگ اخلاص کے ساتھ قربانیاں کرتے ہیں صرف وہی اس میں شامل کئے جائیں اور جو لوگ اپنے اندر اخلاص نہیں رکھتے وہ ہمارے ساتھ نہیں چل سکیں گے بلکہ

ہمارے لئے بوجھ ہوں گے- یہ ہو نہیں سکتا کہ ہم سچے بھی ہوں اور خون کی ندیوں سے گزرے بغیر کامیاب بھی ہوجائیں کیونکہ یہ ممکن نہیں کہ سچے کو دیکھ کر کفر جوش میں نہ آئے اور اسے مٹانے اور اس کے حاملوں کو قتل کرنے کے درپے نہ ہو- ہمارا فرض ہے کہ ہم یہ حق ادا کریں- اگر روحانی معنوں میں اپنی جانیں دینی پڑیں تو اس سے دریغ نہ کریں اور اگر جسمانی معنوں میں دشمنوں کے حملوں کا شکار ہونا پڑے تو اس سے دریغ نہ کریں- بہرحال موت کا قبول کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اگر ہم اس کے بغیر کامیاب ہوجائیں تو یہ دنیوی فتح ہوگی- الٰہی سلسلے بغیر آگ اور خون کی ندیوں میں سے گزرنے کے کامیاب نہیں ہو سکتے- حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب آگ دیکھی تھی تو خدا نے اس میں سے پکار کر کہا تھا کہ اِنِّیْٓ اَنَااللّٰہُ- اور اس کا یہی مطلب تھا کہ اگر میرے پاس آنا چاہو تو تمہیں آگ میں سے گزرنا پڑے گا- پس تمہیں آگ میں کُودنا ہوگا اور خون کی ندیوں میں سے گزرنا پڑے گا- تب فتح حاصل کرسکو گے اور وہی فتح قیمتی ہے جسے انسان جان دے کر حاصل کرتا ہے- جس طرح کہ ہمارے آقا سیدنا و مولانا حضرت محمد ﷺ اور ان کے نائب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کہا اب وقت آگیا ہے کہ اس روحانی اور مذہبی جنگ کی بنیاد رکھی جائے جس سے شیطان کو ہم نے کچلنا ہے اور دشمن سے نڈر ہوکر مقابلہ کیا جائے- اب وقت آگیا ہے کہ مخالفت کو بڑھنے دیا جائے اور دشمن کو حملہ کرنے دیا جائے- یعنی گو اس سے مقابلہ کیا جائے مگر مداہنت کا کوئی رنگ نہ ہو- جھوٹی صلح کے لئے کوئی کوشش نہ کی جائے سوائے ان لوگوں کے جو سچے طور پر ہم سے مل کر کام کرنا چاہیں کسی غیر سے تعلق نہ رکھا جائے- ان صاف دل لوگوں کے ہم خیرخواہ ہوں گے اور انہیں اپنا خیرخواہ سمجھیں گے لیکن اب ہم دوغلی طبیعت والوں سے یا ان سے جو سلسلہ کو حقیر سمجھتے ہیں، کبھی مل کر کام نہیں کریں گے- ہر قوم کا راست باز ہمارا دوست ہوگا مگر زمانہ ساز آدمی خواہ ہماری جماعت میں شامل ہو ہمارا دشمن سمجھا جائے گا-

آخر میں مَیں سابقون کیلئے دعا کرتا ہوں، ان ظاہروباطن غریبوں کے لئے بھی جن کا دل بھی غریب اور جسم بھی غریب ہے اور ان کیلئے بھی جو ظاہری مالدار نظر آتے ہیں لیکن ان کے دل انکسار اور تذلّل اور اطاعت کے جذبات سے لبریز ہیں وہ بھی اپنے آپ کو اسی طرح سلسلہ کا مال سمجھتے ہیں جس طرح غرباء، اور لوگوں میں اپنی بڑائی ظاہر نہیں کرتے اور محسوس کرتے ہیں کہ ان کے اموال خداتعالیٰ کی امانتیں ہیں اور ان کی وجہ سے انہیں غرباء پر کوئی فضیلت

حاصل نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنا فضل کرے اور ان کو کامل تقویٰ عطا کرے کہ جو دائمی زندگی کیلئے بطور دوران خون کے ہے کہ جب تک خون چلتا ہے زندگی کی امید رہتی ہے۔

سابقون کے معنی میرے نزدیک یہ ہی ہیں کہ جس نے سنا اور ہفتہ کے اندر اندر لبیک کہہ دیا رقم دے دی یا وعدہ کرلیا۔ یا وہ جنہوں نے حکم سنتے ہی دوسری خدمات کیلئے اپنے آپ کو پیش کردیا۔ کیونکہ یاد رکھو کہ جن نوجوانوں نے تبلیغ کیلئے اپنے نام پیش کئے ہیں' وہ کسی سے کم نہیں بشرطیکہ وہ اپنے دعویٰ کو سچا ثابت کر دکھائیں یا وہ سابقون میں سے ہیں جنہوں نے سنا اور دوسروں کے شمول کے خیال سے ابھی اطلاع نہیں دی اور اس انتظار میں ہیں کہ دوسروں کی لسٹ کے ساتھ اپنے نام بھجوائیں گے۔ یا وہ جنہوں نے خیال کیا کہ دوسروں کو بھی تیار کرکے اپنے نام بھجوائیں گے۔ یا جنہوں نے ارادہ کرلیا مگر کسی روک کی وجہ سے اطلاع نہیں دے سکے۔ یہ سب سابقون میں سے ہیں کیونکہ سابقیت دل سے تعلق رکھتی ہے نہ کہ ظاہر سے۔ ہاں جسے جب اطلاع ہو اس کا ہفتہ وہیں سے شروع ہوگا اور سبقت یہی ہے کہ آدمی سنے اور مان لے۔ رسول کریم ﷺ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ نے دریافت کیا تھا کہ کیا آپ نے ایسا ایسا دعویٰ کیا ہے۔ آپ دلیل دینے لگے تو کہا مجھے دلیل کی حاجت نہیں۔ صرف یہ فرمایئے کہ دعویٰ کیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ تو انہوں نے کہا میں ایمان لاتا ہوں[۱۱] - رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ جمعہ میں ایک ایسی ساعت آتی ہے کہ اس میں ہر دعا جو کی جائے قبول ہوجاتی ہے[۱۲] - آج رات میں نے تہجد میں دعا کی کہ الٰہی مجھے توفیق دے کہ میں ان سابقون کیلئے دعا کروں اور وہ ساعت مجھے نصیب ہو اور ان کے حق میں میری دعائیں قبول ہوں۔ گو بعد والے بھی دعاؤں سے حصہ پائیں گے مگر جس طرح رسول کریم ﷺ نے مُحَلِّقِیْن کو مُقَصِّرِیْن پر فضیلت دی تھی' سابقون کو ان پر فضیلت ہوگی اور سابق دوہرے اجر پائیں گے اس لئے کہ جو رکتا اور جھجکتا اور پھر اپنے آپ کو پیش کرتا ہے اس سے آواز سنتے ہی لبیک کہنے والے کا درجہ بہرحال زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس روحانی جنگ کو اپنی سُستی یا تکلیف سے بچنے کے خیال سے پیچھے نہ ڈالیں بلکہ خداتعالیٰ کے منشاء کے مطابق دلیری اور جرأت سے اسے قریب لانے کی کوشش کریں اور پھر اس میں نڈر ہوکر کُود جائیں اور آگ اور خون کی ندیوں میں سے

جو ہماری قربانیوں کی وجہ سے زمین کے نشیب کو پُر کررہی ہوں گذر کر اس کے پاس پہنچ جائیں اور اس کے قدموں پر ہاں پاک قدموں پر اپنی محبت کا موتی ڈال دیں تا اس کی محبت کی نگہ ہمیں حاصل ہو اور وہ غریبوں کا والی اپنے غریبوں کو اپنی گود میں اُٹھالے۔ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ الْوَکِیْلُ۔

(الفضل ۱۳۔دسمبر ۱۹۳۴ء)

۱؎ بخاری کتاب العیدین باب کلام الامام والناس فی خطبة العید واذا سئل الامام عن شیيء وھو یخطب میں ابوبردة صحابی کا قول ہے الیوم یوم اکل و شرب

۲؎

۳؎ بخاری کتاب المناقب باب سؤال المشرکین ان یریھم النبی آیة .... الخ

۴؎ حضرت زید بن دثنہؓ (مرتب) اسدالغابة جلد ۲ حالات حضرت زید بن دثنہؓ، طبری جلد ۳ صفحہ ۱۴۱ دارالفکر بیروت ۱۹۸۷ء

۵؎ بخاری کتاب الایمان باب انما الاعمال بالنیة

۶؎ بخاری کتاب الرقاق باب التواضع

۷؎ البقرة: ۴

۸؎

۹؎

۱۰؎ ابن ماجہ کتاب الفتن باب بدء الاسلام غریبًا

۱۱؎ البدایة والنھایة لابی الفداء الحافظ ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۶، ۲۷ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۶ء (مفہومًا)

۱۲؎ بخاری کتاب الجمعة باب الساعة التی فی یوم الجمعة